www.KitaboSunnat.com



# بیت المال کے اموال کی بحث

معترض احباب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے متعلق جہاں دیگر اعتراضات بڑے عمدہ عنوانات کے ساتھ تحریر کیے ہیں وہاں ''قانون کی بالاتری کا خاتمہ'' کے تحت مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں یہ طعن بھی ثبت کیا ہے کہ اس میں کتاب وسنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی گئی پھر اس پر بطور دلیل جو حوالہ جات دیے ہیں ان میں خاص طور پر مندرجہ ذیل واقعہ کو پیش نظر رکھا ہے۔

وہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ کا حاکم زیاد تھا۔ اس نے خراسان کے علاقے کی طرف حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا اور وہاں ان کے ذریعے سے خراسان کے علاقے میں فتوحات کثیرہ ہوئیں اور بے شمار غنائم حاصل ہوئے۔ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اموال غنائم کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے زیاد کو ایک مکتوب موصول ہوا کہ علاقہ خراسان سے حاصل ہونے والے غنائم میں سے سونا چاندی اور عمدہ اموال ان کے لیے الگ نکال لیے جائیں اور باقی مال کو حسب قاعدہ شرعی تقسیم کر دیا جائے۔

معترض احباب نے یہ واقعہ کتب سے نقل کر کے طعن قائم کیا ہے کہ اموال غنائم کی تقسیم کا یہ طریق کار کتاب وسنت کی صریح خلاف ورزی ہے۔

## الجواب

سب سے پہلے واقعہ ہذا کی سند پر مختصراً کلام کرنا مناسب سمجھا گیا ہے تاکہ اس واقعہ کی صحت یا عدم صحت کے متعلق فیصلہ کیا جا سکے اور ان روایات کے درجہ اعتماد کو جانچا جا سکے اور ان کا محاسبہ کیا جا سکے۔

## سند پر بحث

بعض کتابوں میں جو سند منقول ہے ان میں ایک راوی ہشام بن حسان قردوسی ہے جو حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے۔ اور ہشام قردوسی کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص حسن بصری رحمہ اللہ سے بیشتر روایات مرسل نقل کرتا ہے اور درمیان کے راوی یا رواۃ کو ساقط کر دیتا ہے اور معلوم نہیں ہو سکتا کہ درمیان کا راوی کیسا شخص ہے؟ ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟ کس ذہنیت کا حامل ہے؟ اور علماء فرماتے ہیں کہ ہشام بن حسان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو روایت حسن بصری رحمہ اللہ سے ہے اسے محدثین کسی درجہ اعتماد میں شمار نہیں کرتے۔

((حدثنا عبدالرحمن نا أبی قال سمعت ابا بکر بن ابی شیبة یقول سمعت اسماعیل بن علیة یقول کنا لا نعد هشام بن حسان فی الحسن شیئا))[1]

اسی طرح حسن بصری رحمہ اللہ کے معروف شاگرد جریر بن حازم کہتے ہیں کہ میں حسن بصری رحمہ اللہ کے ساتھ سات سال رہا ہوں، میں نے ہشام بن حسان کو آپ کے پاس کبھی نہیں دیکھا۔

((جریر بن حازم فقال قاعدت الحسن سبع سنین ما رأیت هشاما عنده قط۔ فقلت یا ابا النضر قد حدثنا عن الحسن باشیاء فیمن تراه اخذه؟ قال أراه اخذ عن حوشب))[2]

موجب اعتراض روایت اس قسم کے رواۃ سے مروی ہے جو اپنے مروی عنہ کو نہیں ذکر کرتے بلکہ اپنے شیخ کو گرا کر اوپر کے راوی کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ اور اس مقام کی دوسری روایات اس حیثیت کی ہیں کہ ان میں اتصال نہیں بلکہ انقطاع پایا جاتا ہے اور اخباری لوگ اس کے ناقل ہیں جو ہر رطب و یابس کو فراہم کرنے والے ہوتے ہیں۔ فلہٰذا ایسی روایات کی بنا پر ایک مقتدر صحابی پر طعن قائم کرنا اور ان کی شان دیانت کو مجروح کرنا ہرگز درست نہیں۔

## چند دیگر امور

اب اس کے بعد اس واقعہ کے متعلق چند دیگر امور ذکر کیے جاتے ہیں:

① واقعہ ہذا کی متعلقہ روایات پر نظر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسئلہ ہذا میں ان حضرات کا اس دور میں رائے کا اختلاف پایا گیا جس کو فکر و نظر کا اختلاف کہنا بجا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے جو انھوں نے زیاد کی معرفت ارسال کی وہ یہ تھی کہ اس موقع کے غنائم سے سیم و زر (چاندی سونا) اور عمدہ اموال مرکزی بیت المال میں جمع کرانے چاہییں۔ جب کہ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان غنائم کی تقسیم برموقع ہونی چاہیے۔ فلہٰذا انھوں نے اپنی فکر کے مطابق مرکز کی رائے کو تسلیم نہ کرتے ہوئے حسب قاعدہ غنائم کے مال کو موقع پر ہی تقسیم کر دیا۔ اندریں حالات اگر دونوں حضرات کی آراء کو اپنی اپنی جگہ تسلیم کر لیا جائے تو کسی قسم کا اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

② نیز یہاں معترضین کا یہ طعن کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی ذات کے لیے سیم و زر اور عمدہ مال جمع

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل (ابن ابی حاتم رازی) ص ۵۶ ج ۳ قسم ثانی تحت ہشام بن حسان القردوسی

[2] میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۲۹۶ ج ۴ تحت ہشام بن حسان القردوسی
تہذیب التہذیب ص ۳۵ ج ۱۱ تحت ہشام بن حسان القردوسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنا چاہتے تھے درست نہیں۔ مورخین نے تصریح کر دی ہے کہ جو حکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جمع مال کے لیے زیاد کو تحریر کیا تھا اس میں الفاظ یہ ہیں کہ:

((یجمع کله من هذه الغنیمة لبیت المال..... الخ))[1]

اور ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

((ان یصطفی من الغنیمة لمعاویة ما فیها من الذهب والفضة لبیت ماله..... الخ))[2]

یعنی اس نوع کی تعبیرات کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیت المال کے لیے یہ اموال مرکز میں جمع کرانا چاہتے تھے اور خاص طور پر اپنی ذات کے لیے یہ حکم ارسال نہیں کیا تھا۔ ان عبارات سے خواہ مخواہ یہ مطلب اخذ کرنا کہ انھوں نے اپنی ذات کے لیے یہ مال الگ کرانا چاہا تھا ہرگز درست نہیں۔

ان روایات کا یہ محمل جو ہم نے ذکر کیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان دیانت کے مطابق بھی ہے اور اسی طرح علمائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔ زمانہ قریب کے ایک بہترین مورخ اور عمدہ سیرت نگار عالم (علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ) نے بھی تقسیم مال کے مسئلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے تیسرا جواب یہی تحریر کیا ہے کہ:

((انه لیس فی هذه العبارة ما یستدل به علی استیثار معاویة المال لنفسه فان مراده ان العمال لیس لهم تقسیم الفیٔ بل الامر موکول الی الخلیفة فعلی العامل ان یجمع الاموال ویرسلها الی الخلیفة وللخلیفة ان یضعها موضعها))[3]

''مطلب یہ ہے کہ اس عبارت سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی ذات کے لیے جمع اموال کو ترجیح دینا اور ان پر اپنی دسترس قائم کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ تقسیم اموال فے (وغیرہ) کا معاملہ عمال کی طرف مفوض نہیں بلکہ یہ معاملہ خلیفۃ المسلمین کے سپرد ہے۔ عاملین کے ذمہ یہ ہے کہ وہ اموال کو جمع اور فراہم کریں اور خلیفہ وقت کے ہاں ارسال کر دیں۔ پھر خلیفۃ المسلمین اموال کو ان کے مواقع میں صرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔''

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۹ ج ۸ تحت سنہ ۴۵ھ

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۴۷ ج ۸ تحت سنہ ۵۰ھ

[3] الانتقاد علی تمدن اسلامی از مولانا شبلی نعمانی ص ۳۳ تحت جواب الثالث طبع قدیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اموال غنیمت کے مسائل بھی یہی حکم رکھتے ہیں کہ شرعی حدود کے تحت خلیفہ وقت کی ہدایت کے مطابق ان پر عمل درآمد کیا جائے۔ عمال و حکام خلیفہ اسلام کے فرمان سے بے نیاز ہو کر اموال کے صرف کرنے اور تقسیم کرنے کے مجاز نہیں۔

## ③ ایک آزمائشی مکالمہ

واقعہ ہذا کے متعلق ابن عساکر رحمہ اللہ نے ایک دیگر روایت ذکر کی ہے جس میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے آزمائشی طور پر کلام کیا تھا۔ بعض اوقات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاضرین سے بطور سوال و جواب مکالمہ فرمایا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ''حق گوئی اور آزادی رائے'' کے عنوان کے تحت بھی اسی قسم کا ایک مکالمہ پایا جاتا ہے (جیسا کہ قبل ازیں تحریر کر دیا ہے) جس میں آپ نے فرمایا "والمال مالنا والفئی فیئنا" اس پر حاضرین میں سے ایک شخص کا بروقت جواب دینا مذکور ہے۔

اس مقام پر بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آزمائشی طور پر حاضرین سے کلام کیا۔ اس مکالمہ کو ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ بلدہ دمشق میں مفصل ذکر کیا ہے۔ ایک مشہور راوی قتادہ رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ جب حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کا جوابی مراسلہ زیاد کی طرف پہنچا تو زیاد نے اس مراسلہ اور اپنی طرف سے ایک مکتوب کو یک جا کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ جب یہ مکتوب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موصول ہوا تو آپ لوگوں کے سامنے تشریف لائے اور زیاد کے مکتوب کی خبر دی اور حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ردعمل کو بیان کیا (حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مرکز کی طرف سے موصولہ ہدایات کے برخلاف اموال غنائم سے خمس علیحدہ کر کے باقی اموال مجاہدین میں برموقع تقسیم کر دیے تھے) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ رائے دی کہ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ اس خلاف ورزی پر صلیب پر چڑھائے جانے کے قابل ہیں۔ بعض نے یہ رائے دی کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جانے چاہئیں۔ اور بعض نے یہ رائے دی کہ جتنا مال انھوں نے وہاں تقسیم کیا ہے اس کا ضمان اور تاوان ان سے وصول کیا جائے۔

ان آراء کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کلام فرمایا کہ تم لوگ برے وزیر ہو۔ تم سے تو فرعون کے رائے دہندگان بھی بہتر تھے۔ کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں ایسے شخص کو سزا دوں اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں جس نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو میرے مکتوب پر ترجیح دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو میرے طریقے سے مقدم رکھا ہے۔ اس شخص نے بڑا اچھا اور عمدہ کردار ادا کیا ہے اور درست کارگزاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمدہ مناقب اور بہترین محامد میں شمار کیا جاتا ہے۔

((عن سعید بن ابی عروبة عن قتادة قال لما انتهی کتاب الحکم بن عمرو الی زیاد کتب بذالك الی معاویة وجعل کتاب الحکم فی جوف کتابه فلما قدم الکتاب علی معاویة خرج الی الناس فاخبرهم بکتاب زیاد وصنیع الحکم فقال ما ترون؟ فقال بعضهم أری ان تصلبه وقال بعضهم أری تقطع یدیه ورجلیه وقال بعضهم أری ان تغرمه المال الذی اعطا۔ فقال معاویة بئس الوزراء انتم!! وزراء فرعون کانوا خیرا منکم۔ اتأمرونی ان اعمد الی رجل اثر کتاب الله تعالیٰ علی کتابی و سنة رسول الله ﷺ علی سنتی فاقطع یدیه ورجلیه؟ بل احسن و اجمل☆ واصاب فکانت هذه مما تعد من مناقب معاویة))[1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کردار وعمل کی قدردانی فرمائی اور اس کو درست قرار دیا۔ اور علمائے امت اس چیز کو محامد ومحاسن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں شمار کرتے ہیں۔ فلہٰذا اس واقعہ سے کتاب وسنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کا مستنبط کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے اور معترض احباب کے اس واقعہ کے متعلق معلومات خاصے کمزور پائے جاتے ہیں ورنہ اس موقع کی تمام مرویات پر نظر کرنے کے بعد کوئی بات محل اعتراض اور جائے طعن نہیں ہے۔

## بصورت دیگر

یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تقسیم مال کے مسئلے میں عوام الناس کے ساتھ درست معاملہ رکھتے تھے اور مال کو شرعی قواعد کے مطابق تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس سے متعلق ایک دیگر واقعہ تحریر کیا جاتا ہے اور علامہ ذہبی اور علامہ ابن تیمیہ رحمہما اللہ نے اس واقعہ کو اپنی اپنی عبارات میں نقل کیا

---

[1] تاریخ بلدہ دمشق (ابن عساکر) مخطوطہ عکس شدہ ص ۷۵۲ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

☆ قولہ احسن واجمل..... بعض روایات میں اس موقع پر یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مرکز کے حکم کی خلاف ورزی پر قید میں ڈال دیا گیا اور ان پر کئی قسم کے تشدد کیے گئے حتیٰ کہ وہ قید ہی میں فوت ہو گئے۔ یہ سب چیزیں راویوں کی طرف سے روایت میں تجاوزات ہیں اور داستان کو دردناک بنانے کے لیے اضافہ کی گئی ہیں اور یہ ہرگز درست نہیں۔ جیسا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ کے بیان کردہ مندرجہ بالا واقعہ نے اس مسئلے کو صاف کر دیا ہے۔ یہی درست ہے اور حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ موصوف کی وفات طبعی طور پر خراسان میں ہوئی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ ہم قبل ازیں کتاب اقربا نوازی ص ۱۶۱ تحت ''اسلامی خزانہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں'' ذکر کر چکے ہیں لیکن اب ابن عساکر رحمہ اللہ سے بھی نقل کیا جاتا ہے۔

عطیہ بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو میں نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، آپ کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! تمھیں عطیات دینے کے بعد تمھارے بیت المال میں جو مال باقی ماندہ موجود ہے اسے میں تمھارے درمیان تقسیم کر دوں گا اور اگر آیندہ سال بھی زیادہ مال پہنچ گیا تو وہ بھی تم لوگوں میں تقسیم کر دیں گے اور اگر یہ صورت نہ پائی گئی تو ہم پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ یقیناً بیت المال کا مال میرا مال نہیں ہے۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے جو اس نے تمھاری طرف لوٹا دیا ہے۔

((عن عطية بن قيس قال خطبنا معاوية فقال ان فى بيت مالكم فضلا عن عطاءكم وانا قاسم بينكم ذالك فان كان فيه قابلا فضلا قسمته عليكم والا فلاعتيبة على فانه ليس مالى وانما هو فى الله الذى افا عليكم))[1]

اس واقعہ سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تقسیم مال کے متعلق طریق کار واضح ہو گیا اور ان کا بیت المال کے حق میں نظریہ بھی سامنے آ گیا کہ وہ ان اموال کو اللہ اور مسلمانوں کا مال تصور کرتے تھے اور اموال کو اسلامی قواعد کے خلاف نہیں استعمال کرتے تھے۔ ان مسائل میں شرعی احکام کی صریح خلاف ورزی کا پروپیگنڈا اور بیت المال میں ناروا تصرف کے الزامات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بالکل غلط بیانی پر مبنی ہیں اور اس دور کے واقعات کے برعکس ہیں۔

## شرعی احکام کی رعایت

مسئلہ مذکورہ کے متعلق یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دین کے معاملات میں شرعی قواعد کی پوری رعایت رکھتے تھے اور اس پر عمل درآمد کی دیگر اہل اسلام کو تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کے کئی خطبات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک خطبہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے جس کو اکابر مورخین اور محدثین نے اپنی تصانیف میں اپنی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن نجی ابو عامر الہوزنی کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حج ادا کیا۔ آپ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کو اطلاع ملی کہ ایک شخص قاص (قصہ گو) ہے جو لوگوں کے سامنے عجیب چیزیں بیان کرتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے بلا بھیجا۔ جب وہ شخص آیا تو

---

[1] تاریخ بلدہ دمشق (ابن عساکر) مخطوطہ عکس شدہ ص ۲۸۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
منہاج السنۃ (ابن تیمیہ) ص ۱۸۵ ج ۳ تحت السبب السابع
المنتقی (ذہبی) ص ۳۸۸ تحت ثناء الائمہ علیٰ معاویہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ نے فرمایا کہ تجھے اس بات کی کس نے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے کسی نے حکم نہیں دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ پھر تو یہ کام کس لیے کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک علم (اخباری روایات) ہے جسے ہم پھیلاتے ہیں۔اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر پہلے میں نے تجھے منع کیا ہوتا تو اب میں تجھے سزا دیتا۔اب تو یہاں سے چلا جا اور اس کے بعد تیرے متعلق یہ شکایت سننے میں نہ آئے۔اس کے بعد جب ظہر کا وقت ہوا تو آپ نماز کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا۔

((حدثنی عبدالله بن نجی ابوعامر الهوزنی قال حججت مع معاویة فلما قدم مكة اخبر ان بها قاصا یحدث باشیاء تنكر فأرسل الیه معاویة فقال أمرت بهذا؟ قال لا۔ قال فما حملك علیه؟ قال علم ننشره فقال له معاویة لو كنت تقدمت الیك لفعلت بك۔ انطلق فلا اسمع انك حدثت شیئا۔ فلما صلی الظهر قعد علی المنبر فحمد الله و اثنی علیه ثم قال یا معشر العرب والله لئن تقوموا بما جاء به نبیكم ﷺ فغیركم من الناس احری ان لا یقوم به الا ان رسول الله ﷺ قام فینا یوما فقال ان من كان قبلكم واهل الكتاب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملة یعنی الاهواء وان هذه الامة ستفترق علی ثلاث وسبعین ملة یعنی الاهواء اثنتین وسبعین فی النار وواحدة فی الجنة وهی الجماعة فاعتصموا بها فاعتصموا بها))[1]

اور یعقوب بسوی نے بہ عبارت ذیل نقل کیا ہے:

((انه سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بهم تلك الاهواء كما یتجاری الكلب بصاحبه فلا یبقی منه عرق ولا مفصل الا دخله۔ والله یا معشر العرب لئن لم تقوموا بما جاء محمد (ﷺ) بغیركم من الناس احری ان لا یقوم به))[2]

''اس خطبے کا اجمالی مضمون اس طرح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے جماعت عرب! اللہ کی قسم اگر آپ لوگ نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کو قائم نہیں کریں گے تو باقی اقوام بطریق ادنیٰ اس دین کو قائم نہیں کریں گی۔ (فلہٰذا تمھارے لیے دین کا قائم کرنا بہت ضروری ہے) اور آپ نے ارشاد نبوی نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اور اہل کتاب بہتر طبقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور اس امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ وہ

---

[1] کتاب السنہ (محمد بن نصر مروزی المتوفی سنہ ۲۹۴ھ) ص ۱۴-۱۵ مطبوعہ ریاض

[2] کتاب المعرفہ والتاریخ (یعقوب بسوی) ص ۳۳۱-۳۳۲ ج ۲ تحت ابی عامر عبداللہ بن نجی الہوزنی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک جماعت جنت میں جائے گی اور وہ اہل اسلام کی بڑی جماعت ہوگی۔ پس تم لوگ مضبوطی سے جماعت کے ساتھ رہو۔

اور بعض روایات میں یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ اس امت میں کئی لوگ صاحب اہواء یعنی خواہش پرست پیدا ہوں گے اور نفسانی خواہشات ان کی رگ و پے میں سمائی ہوں گی۔ ان لوگوں سے تم اجتناب اور اعراض کرنا اور دین نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر قائم رہنا۔

مندرجہ بالا خطبے کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرنے اور دین اسلام پر قائم رہنے کی اہل اسلام کو تلقین فرمایا کرتے تھے۔ فلہٰذا وہ دین کے مسائل اور احکام شرعی کے برخلاف کرنا کیسے پسند کر سکتے تھے؟ وہ شخص جو دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کی دوسروں کو تلقین کرتا ہے اگر وہ خود شرعی احکام کا پابند نہ ہو تو اس کی ترغیب و تلقین کیسے موثر ہو سکتی ہے؟ اور اس پر کیا ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے؟

اسی چیز کی تائید میں بعض اکابر مورخین کا قول ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن عساکر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ

((ومعاوية ومن كان فى عصره بالشام من الصحابة والتابعين اتقى لله واشد محافظة على اداء فرائضه وافقه فى دينه))[1]

''یعنی اکابر علماء فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم عصر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین رحمہم اللہ ملک شام میں موجود تھے وہ اللہ تعالیٰ سے بہت خائف اور متقی تھے اور فرائض کی ادائیگی پر بہت محافظت اور پابندی کرنے والے تھے۔ دین کے معاملات میں نہایت فقیہ تھے اور ان سے یہ معاملات مخفی نہیں تھے۔''

## ایک تائید

نیز گزارشات بالا کے بعد یہ چیز قابل غور ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان ایام میں جن میں یہ واقعات پیش آئے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک خاصی تعداد موجود تھی۔ مثلاً عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، مسور بن مخرمہ، زید بن ثابت، سائب بن یزید، عقیل بن ابی طالب، حسین بن علی، ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات میں سے کسی بزرگ نے ان اموال کی تقسیم کے معاملے میں کوئی اعتراض نہیں کھڑا کیا۔ حالانکہ یہ حضرات خلاف شرع معاملہ پائے جانے پر خاموشی اختیار کرنے والے نہیں تھے اور

---

[1] تاریخ بلدہ دمشق کامل (ابن عساکر) ص ۳۵۱ ج ۱ (طبع اول دمشق) تحت باب ما ورد فی ذم اہل الشام وبیان بطلانہ عند ذوی الافہام۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شرعی قواعد کی صریح خلاف ورزی کی تائید کرنے والے نہیں تھے۔ اور اس پر مستزاد یہ بات ہے کہ بیت المال سے اس دور میں ان تمام حضرات کو درجہ بدرجہ وظائف اور عطایا جاری ہوتے تھے۔ بیت المال کے اموال میں اگر شرعی احکام کی صریح خلاف ورزی پائی گئی تھی تو ان حضرات نے اعتراض کیوں نہیں کیا؟ اور وہاں سے اموال حاصل کرنے سے اجتناب کیوں نہیں کیا؟

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى اور وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ کتاب وسنت کے اس نوع کے فرامین کیا ان کے پیش نظر نہیں تھے؟ اور کیا یہ حضرات ان پر علم پیرا نہیں ہوتے تھے؟ اس معاملے میں ان حضرات کا تعامل ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں صفائی پیش کرنے اور دفاع کرنے کے لیے کافی و وافی ہے۔

## اموال کے متعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

سیرت نگار علماء اور مورخین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخری ایام کے متعلق تحریر کیا ہے کہ جب آپ کے آخری اوقات آ گئے تو آپ نے جہاں دیگر وصایا فرمائیں ان میں سے ایک وصیت یہ بھی فرمائی کہ میری مالی جائداد میں سے نصف مال لے کر بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر مال کے معاملے میں فروگزاشتیں ہوئی ہوں تو ان کا مداوا ہو جائے اور باقی مال صاف ہو سکے۔ اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح معاملہ فرمایا تھا۔ چنانچہ علامہ بلاذری رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ

((ان معاوية اوصى بنصف ماله ان يرد الى بيت المال كانه اراده ان يطيب له الباقى لان عمر قاسم عماله))[1]

حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے اموال کے سلسلے میں حتی المقدور قواعد شرعی کا لحاظ رکھا اور دینی احکام کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کی حتیٰ کہ آخری وصایا میں بھی بیت المال کے متعلق اپنے ذاتی اموال میں سے نصف مال داخل بیت المال کرنے کی وصیت فرمائی۔

فلہٰذا معترض احباب نے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اموال کے معاملے میں کتاب وسنت کے احکام کی صریح خلاف ورزی کا طعن ذکر کیا ہے وہ درست نہیں اور اس دور کے واقعات اس بات کے خلاف پائے جاتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن اس اعتراض سے ملوث نظر نہیں آتا اور قانون کی بالاتری کے خاتمے کا اعتراض سراسر بے جا معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] کتاب انساب الاشراف (بلاذری) ص ۲۲، ۱۳۱ تحت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
تاریخ بلدہ دمشق (ابن عساکر) مخطوطہ عکسی ص ۵۲۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# توریث مسلم و کافر کا مسئلہ

معترض احباب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ طعن بھی قائم کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا تھا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمان کا وارث نہیں قرار دیا۔ یہ سنت طریقہ کے خلاف بدعت تھی۔ اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے آ کر موقوف کیا۔

## جواب

ناظرین کرام اس بات کو یاد رکھیں کہ توریث مذکورہ کا مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ ہے پھر تابعین اور تبع تابعین میں مختلف فیہ رہا، اور پھر اکابر فقہاء میں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ پہلے ہم اس اختلاف کی نوعیت ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں اس کے بعد اس کے متعلقہ دیگر امور ذکر کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اس تمام بحث پر نظر کر لینے کے بعد اس مسئلہ کے نشیب و فراز سامنے آ جائیں گے اور معترضین کے اس اعتراض کی خفت اور سبکی کے ساتھ ساتھ اس کا بے محل ہونا بھی واضح ہو جائے گا۔ عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ مسئلہ اس طرح تھا کہ

((لا یرث المسلم کافرا و لا الکافر مسلما))

''یعنی مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے۔''

اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت معاذ بن جبل اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ

((یرث المسلم من الکافر من غیر عکس))

اور اس کی دلیل ان حضرات کی طرف سے علماء نے جو لکھی ہے وہ مسند امام احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں باسند مذکور ہے:

((عن یحیی بن یعمر عن ابی الاسود الدیلی قال کان معاذ بالیمن فارتفعوا الیه فی یهودی مات وترك اخا مسلما فقال معاذ انی سمعت رسول الله

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ﷺ یقول: "ان الاسلام یزید ولا ینقص" فورثه))[1]

''یعنی ابو الاسود دیلی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن میں تھے وہاں ایک یہودی مر گیا جس کا بھائی مسلمان ہو چکا تھا۔ لوگوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس کی توریث کا معاملہ پیش کیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اقدس ﷺ سے سنا ہوا ہے کہ اسلام بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے، کم نہیں ہوتا۔ پس آپ نے مسلمان بھائی کو یہودی بھائی کا وارث قرار دیا۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق عبداللہ بن معقل رحمہ اللہ تابعی نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے فیصلوں کے بعد میں نے کوئی بہترین قضا اور عجیب فیصلہ نہیں دیکھا جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کے حق میں قضاء (فیصلہ) کیا تھا۔ وہ اس طرح تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم اہل کتاب کے وارث ہوں گے مگر اہل کتاب ہمارے وارث نہیں ہوں گے۔ جس طرح کہ ہمیں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز اور حلال ہے مگر ان کے لیے ہماری عورتوں سے نکاح کرنا حلال نہیں۔

((حدثنا وکیع قال ثنا اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی عن عبدالله بن معقل قال ما رأیت قضاء بعد قضاء اصحاب رسول الله ﷺ احسن من قضاء قضی به معاویة فی اهل الکتاب۔ قال نرثهم ولا یرثوننا کما یحل لنا النکاح فیهم ولا یحل لهم النکاح فینا))[2]

اور سعید بن منصور رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے:

((حدثنا سعید قال ثنا هشیم قال انا اسماعیل بن أبی خالد عن الشعبی قال لما قضی معاویة بما قضی به من ذالك فقال عبدالله بن معقل ما احدث فی الاسلام قضاء بعد قضاء اصحاب رسول الله ﷺ هو اعجب الی من قضاء معاویة انا نرثهم ولا یرثونا کما ان النکاح یحل لنا فیهم (اهل الکتاب) ولا یحل لهم فینا))[3]

---

[1] مسند امام احمد ص ۲۳۰-۲۳۶ ج ۵ تحت حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۴ ج ۱۱ روایت نمبر ۱۱۴۹۶ تحت کتاب الفرائض طبع کراچی
البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۰۳ ج ۵ تحت بعث رسول اللہ ﷺ الامراء الی الیمن۔

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۴ ج ۱۱ روایت نمبر ۱۱۴۹۷ تحت کتاب الفرائض طبع کراچی۔

[3] کتاب السنن (سعید بن منصور) ص ۴۵ ج ۳ ق اول تحت باب لا یتوارث اہل الملتین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## دیگر تائید

ایک مشہور تابعی مسروق رحمہ اللہ ہیں، ان سے شعبی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ مسروق رحمہ اللہ نے فرمایا:

((عن الشعبی عن مسروق قال کان معاویة یورث المسلم من الکافر ولا یورث الکافر من المسلم قال قال مسروق (بن الاجدع) وما حدث فی الاسلام قضاء احب الی منه))[1]

یہ حضرات (عبداللہ بن معقل اور مسروق بن اجدع رحمہما اللہ) تابعین اور تبع تابعین میں سے مشاہیر لوگوں میں سے ہیں انھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو احسن و اعجب قرار دیا لیکن اس کو بدعت نہیں قرار دیا۔

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے دلائل میں علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حضرات فرماتے تھے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ الاسلام یعلوا ولا یعلی۔ نیز یہ فرمان نبوی بھی بیان فرماتے تھے کہ الاسلام یزید ولا ینقص جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے۔ ان فرامین نبوی کی روشنی میں ان حضرات کا یہ فیصلہ تھا کہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے لیکن کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ جو ایک یہودی کی موت پر پیش آیا تھا پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے۔

اس مقام کی مزید معلومات اور وضاحت مطلوب ہو تو مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کریں:

① المبسوط ص ۳۰ ج ۳۰ باب مواریث اہل الکفر
② فتح الباری ص ۴۱ ج ۱۲ باب لا یرث المسلم الکافر..... الخ
③ عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۲۶۰ ج ۲۳ کتاب الفرائض باب لا یرث المسلم..... الخ

اس مقام کی تھوڑی سی وضاحت ذیل میں اکابر علماء کی عبارات سے پیش کی جاتی ہے۔ اکابر محدثین اور فقہاء نے یہ چیز ذکر کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق مندرجہ ذیل علماء نے قول کیا ہے:

① ((وقول معاذ بن جبل و معاویة بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) وبه اخذ مسروق والحسن ومحمد بن الحنفیة و محمد بن علی بن الحسین رحمہم اللہ))[2]

---

[1] مسند دارمی ص ۳۹۷ باب فی میراث اہل الشرک واہل الاسلام مطبوعہ کانپور قدیم
سنن سعید بن منصور ص ۴۴ ج ۳ قسم اول۔

[2] عمدۃ القاری (بدر الدین عینی) شرح بخاری شریف ص ۲۶۰ ج ۲۳ کتاب الفرائض باب لا یرث المسلم..... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



② ((وبه قال مسروق و سعيد بن المسيب وابراهيم النخعي واسحق))[1]

③ ((ذهب معاذ بن جبل و معاوية والحسن و محمد بن الحنفية و محمد بن علی بن الحسين و مسروق الی ارثه اخذا من حديث الاسلام يعلوا ولا يعلی۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط والبيهقی دلائل كذا ذكره الحافظ فی الدرايته))[2]

ان ہر سہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ ہذا میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متفرد نہیں ہیں بلکہ دیگر بعض صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور مشہور ہاشمی حضرات کا اس مسئلے میں یہی قول ہے۔ اسی طرح ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کتاب التمہید ص ۱۶۳ ج ۹ طبع جدید میں تحت اول حدیث لابن شہاب عن علی بن الحسین یہ مسئلہ مندرجہ تفصیل کے موافق نقل کیا ہے۔ فلہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں متفرد نہیں کہا جا سکتا اور وہ اس مسئلہ میں بدعت کے مرتکب نہیں قرار دیے جا سکتے۔

تنبیہ

بعض روایات میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ

((واول من ورث المسلم من الكافر معاوية))

تو اس کے متعلق اتنی بات معلوم ہونی چاہیے کہ یہ قول ابن شہاب زہری نے اپنی طرف سے ذکر کیا ہے یہ کسی صحابی کا قول نہیں۔ اور زہری کا یہ قول بھی متصل نہیں بلکہ مرسل ہے۔[3] علاوہ ازیں دیگر صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال اس کے برخلاف موجود ہیں۔ ان حالات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ کے اول قائل قرار دینا درست نہیں۔ (جیسا کہ ماقبل میں درج ہے)۔

اسی طرح بعض دیگر علماء نے اس کو قضية محدثة فی الاسلام کہا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق کو ساقط القول قرار دے کر رد کیا ہے۔ یہ ان کی متفردانہ رائے ہے ورنہ اس مسئلے پر دیگر صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اقوال موجود ہیں جن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مسلک کی تائید پائی جاتی ہے۔

مختصر بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس دور کا مختلف فیہ اور مجتہد فیہ ہے۔ مندرجات بالا کی روشنی میں اس مسئلے کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدعت قرار نہیں دیا جا سکتا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اول قول کرنے والا بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور قانون کی بالاتری کے خاتمے کے تحت لا کر اسے اسلامی قوانین کی خلاف ورزی قرار دینا انصاف کے خلاف ہے اور زیغ عن الحق ہے۔

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۴۱ ج ۱۲ کتاب الفرائض باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم

[2] حاشیہ موطا امام محمد ص ۳۱۷ باب لا یرث المسلم الکافر، طبع مصطفائی۔

[3] تاریخ یحییٰ بن معین ص ۲۲۱ ج ۳ تحت روایت نمبر ۱۰۲۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# مسئلہ دیت کی بحث

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے احباب نے دیت[1] کے مسئلے میں بھی آپ کو مطعون کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ سنت طریقہ یہ تھا کہ معاہد (ذمی) کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہوگی مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف دیت خود لینی شروع کر دی اور ذاتی تصرف میں لائے۔ اس طرح آپ نے یہ طریقہ سنت طریقہ کے خلاف رائج کیا اور بقول معترض اسلامی آئین کی خلاف ورزی کی۔

الجواب

اس مسئلے کے متعلق مختصراً بعض روایات پیش کی جاتی ہیں جن سے مسئلہ ہذا کی نوعیت واضح ہو جائے گی۔ اس کے بعد اصل طعن کا جواب ان روایات کی روشنی میں پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما مشہور صحابی ذکر کرتے ہیں کہ

((لما دخل رسول الله ﷺ مكة عام الفتح قام فى الناس خطيبا فقال يا ايها الناس! لا يقتل مؤمن بكافر دية الكافر نصف دية المسلم..... الخ)) [2]

یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ابوداود مرفوعاً درج ہے:

((لا يقتل مؤمن بكافر (اى الحربى) دية الكافر نصف دية المسلم لا جلب ولا جنب..... الخ))

((وفى رواية قال دية المعاهد نصف دية الحر۔ رواه ابوداود)) [3]

"یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب نبی اقدس ﷺ عام الفتح میں جب مکہ شریف میں داخل ہوئے تو آنجناب ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے

---

[1] قتل کے بدلے میں مالی معاوضے کو دیت کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

[2] مسند امام احمد ص ۱۸۰ ج ۲ تحت مسندات عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

[3] مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۳ باب الدیات الفصل الثانی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگو! مومن شخص کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا اور کافر کی دیت مسلم کی دیت سے نصف ہوگی۔"

"اور ایک دوسری روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاہد (ذمی) کی دیت حر (آزاد) کی دیت کے نصف ہوگی۔"

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں واضح ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مسئلے میں نصف دیت کے ارشادات بھی موجود ہیں۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کے بعض اقوال میں دیت اہل الذمہ کے تحت یہی منقول ہے کہ معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے مقابلے میں نصف ہوتی ہے۔

اگرچہ اس مسئلے کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہوتی ہے اور بہت سے اکابر فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے اور اس پر مرفوع روایات بھی موجود ہیں۔ اس بنا پر اکابر فقہاء میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے جیسا کہ ہم نے مختصراً پیش کر دیا ہے اس مسئلے کی تفصیلات مع دلائل مطولات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصف دیت کا جو قول کیا ہے یہ ان کا متفرد قول نہیں ہے، ان کے سامنے مرفوع روایات اور بعض دیگر دلائل موجود ہیں اس بنا پر ان کا یہ قول قابل اعتراض نہیں ہے اور نہ اس کو بدعت کہا جا سکتا ہے اور نہ یہ طریقہ خلافت سنت ہے۔

مختصر یہ ہے کہ یہ مسئلہ بھی اس دور کے مختلف فیہ اور مجتہد فیہ مسائل میں سے ہے، اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بااختیار حاکم اور امیر المومنین تھے اور اجتہاد کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ انھوں نے اپنے دور کے تقاضوں کے تحت اپنے اجتہاد فکر سے اس مسئلہ میں نصف دیت کی صورت اختیار کی جبکہ مندرجہ بالا مرفوع مرویات بھی ان کی تائید میں موجود ہیں اور اس موقف کی موید ہیں۔

## نصف دیت کا خود لے لینا

معترضین نے اپنی عبارات میں یہ تاثر دیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نصف دیت مقتول کے ورثاء کو دیتے تھے اور باقی نصف خود لے لیتے تھے۔ اس کے متعلق محدثین اور فقہاء کے مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں جن سے اصل مسئلے کی نوعیت سامنے آجائے گی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بقایا نصف دیت خود نہیں لیتے تھے بلکہ مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کراتے تھے۔

① مشہور محدث ابوداود سجستانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المراسیل میں باب دیۃ الذمی کے تحت یہ مسئلہ بالفاظ ذیل درج کیا ہے:

((وعن ربیعة بن عبدالرحمن قال کان عقل الذمی مثل عقل المسلم فی زمن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول الله ﷺ وزمن أبی بکر و زمن عمر و زمن عثمان حتی کان صدر من خلافة معاویة فقال معاویة ان کان اهله اصیبوا به فقد اصیب به بیت مال المسلمین فاجعلوا لبیت المسلمین النصف ولاهله النصف خمسمائة دینار))[1]

''یعنی ربیعہ بن عبدالرحمٰن (تابعی) ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔ حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں جب یہ صورت پیش آئی تو آپ نے فرمایا کہ ذمی کے اہل وعیال کو اگر نقصان پہنچا ہے اور وہ مصیبت زدہ ہوئے ہیں تو مسلمانوں کے بیت المال کا بھی نقصان ہوا ہے۔ پس اس طرح کرو کہ دیت کا نصف ذمی کے اہل وعیال کو دے دو اور باقی نصف مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دو۔ اس دور میں نصف دیت کی مالیت پانچ صد دینار تھی چنانچہ پانچ پانچ صد دینار بیت المال اور ذمی کے اہل وعیال میں تقسیم کر دیے گئے۔''

حوالہ ہذا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محدثین حضرات کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ایک خلیفہ تھے اسی لیے ان کی حکومت کو خلافت سے تعبیر کیا جاتا تھا جیسا کہ روایت مذکورہ بالا کے الفاظ سے واضح ہے۔

دوسرا یہ مسئلہ واضح ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نصف دیت اپنے لیے نہیں لیتے تھے بلکہ اسے بیت المال میں داخل کروایا کرتے تھے۔ نصف دیت خود لینے کا پروپیگنڈا درست نہیں۔

② اب مسئلے پر دوسرا حوالہ فقہ کی ایک مشہور کتاب الدیات سے پیش کیا جاتا ہے:

((کانت (دیة الذمی) علی عهد رسول الله ﷺ الف دینار وابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم حتی کان معاویة رضی اللہ عنہ اعطی اهل القتیل خمس مائة دینار ووضع فی بیت المال خمس مائة دینار))[2]

''یعنی امام ابوبکر احمد بن عمرو رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ذمی کی دیت جناب نبی کریم ﷺ اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں ایک ہزار دینار تھی۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے مقتول کے رشتہ داروں کو پانچ سو دینار دلوائے اور پانچ سو دینار بیت المال میں داخل کرائے۔''

③ اور مشہور مالکی فاضل ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد (کتاب الدیات) میں بھی مسئلہ ہذا اسی طرح ذکر

---

[1] المراسیل (ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی المتوفی ۲۷۵ھ) ص ۲۹ طبع مصر تحت باب دیة الذمی

[2] کتاب الدیات (امام ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ضحاک شیبانی متوفی ۲۸۷ھ) ص ۴۶ باب دیة الذمی
السنن الکبری (بیہقی) ص ۱۰۲ ج ۸
بدایۃ المجتہد (ابن رشد) تحت کتاب الدیات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے۔

اکابر فقہاء کے حوالہ سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نصف دیت اپنی ذات کے لیے نہیں لیتے تھے بلکہ مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کراتے تھے۔ فلہٰذا نصف دیت خود لے لینے کا الزام ان تصریحات کے خلاف ہے اور بالکل بے جا الزام ہے۔

## لفظ "لنفسه" کا جواب

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ بعض روایات میں جو یہ الفاظ "اخذ لنفسه" کے پائے جاتے ہیں یہ اس مسئلہ میں عموماً ابن شہاب زہری کی طرف سے اپنی تعبیر ہے اور یہ ان کے اپنے الفاظ ہیں۔ یعنی یہ الفاظ کسی صحابی کا قول نہیں ہے اور واقعات کے برخلاف ہے جیسا کہ گزشتہ حوالہ جات سے واضح ہے۔ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ صغار تابعین میں سے ہیں اور ثقہ شخص ہیں لیکن یہ قول ان کا روایت میں بطور ادراج کے مذکور ہے۔ اور مسئلہ مذکور کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ عام طور پر ان روایات پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض ناقلین روایات نے یہ اپنی رائے ذکر کی ہے۔ فلہٰذا ان کے ذاتی نظریہ کی وجہ سے (جو واقعات کے برخلاف ہو) کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون نہیں کیا جا سکتا اور ان کی شان دیانت میں اس قول سے تنقیص واقع نہیں کی جا سکتی۔

مختصر یہ ہے کہ نصف دیت خود لے لینے کا طعن ایک راوی کے قول کی بنا پر ذکر کیا گیا ہے جو واقعات کے اعتبار سے درست نہیں فلہٰذا قانون کی بالاتری کے خاتمے میں اس مسئلے کو لا کر طعن قائم کرنا کسی صورت میں صحیح نہیں۔

مسئلہ ہذا کے متعلق مالہ و ماعلیہ اور اس کے نشیب و فراز کو افراط و تفریط کے بغیر ہم نے پیش کر دیا ہے، منصف مزاج آدمی اس سے مطمئن ہو سکے گا۔ باقی ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ واللہ الہادی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# یمین مع الشاہد کا مسئلہ

بعض لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بدعات کے ارتکاب کا ایک سلسلہ چلایا ہوا ہے اور آپ کے متعلق اولیات معاویہ کے عنوان سے کئی چیزوں کا ان کی طرف انتساب کیا ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی چلایا ہے کہ یمین مع الشاہد بدعت ہے اور اس کو پہلے کھڑا کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان مسائل میں سنت طریقہ کے برخلاف دین میں ایک نئی چیز قائم کرنے والے ہیں۔

## الجواب

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ اس مسئلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مخالفین جو تاثر دینا چاہتے ہیں وہ درست نہیں، یہ یک گونہ اور یکطرفہ کارروائی ہے۔ اور اس مسئلہ کی دوسری جانب کو طعن کرنے والے دوستوں نے قصداً پیش نہیں کیا تا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس طعن میں خفت ظاہر نہ ہو اور اعتراض میں ایک قسم کی سبکی پیدا نہ ہو جائے۔ واضح رہے کہ ہم پہلے اس مسئلے کی دوسری جانب قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر دیگر جواب جو قابل ذکر ہوں گے وہ پیش کریں گے۔

عوام دوستوں کے لیے ذکر کیا جاتا ہے کہ ''یمین مع الشاہد'' کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً ایک دعویٰ ہو، اس میں دلائل پیش کرنے کے لیے ایک گواہ پیش کیا جائے اور پھر اس کے ساتھ ایک حلف اٹھوا دیا جائے تو اس کو ''یمین مع الشاہد'' کہا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کی مشہور صورت ہے کہ دعویٰ میں مدعی کے ذمہ شہادت پیش کرنا ہوتا ہے مدعا علیہ کے ذمہ حلف ہوتا ہے (اگر شہادت نہ مل سکے) اور یہی جمہور علمائے حنفیہ کے نزدیک راجح اور مفتی بہ ہے۔ لیکن مسئلہ ہذا کی دوسری جانب یہ ہے کہ اکابر صحابہ کرام مثلاً حضرت زید بن ثابت اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''القضاء بشاہد ویمین'' جائز ہے، اور مرفوع روایت یہ پیش کرتے ہیں کہ

((ان رسول الله ﷺ قضى بيمين وشاهد))[1]

اور نیز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ

---

[1] سنن الکبریٰ (بیہقی) ص ۱۷۲-۱۷۳ ج ۱۰ باب القضاء بالیمین مع الشاہد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



((انه حلف المدعى فبناء على مذهبه لانه كان يحلف مع تمام حجة القضاء بالبينة))[1]

''مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک تھا کہ شاہد کے ساتھ حلف بھی لیتے تھے۔''

اور کبار فقہاء میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے (جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا) شوافع حضرات اس طرف ہیں کہ یمین اور شاہد ملا کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے (کتب شوافع کی طرف رجوع کر کے تسلی کی جا سکتی ہے) اور دیگر فقہاء اس مسئلہ میں دوسرا قول کرتے ہیں۔

اس مسئلے میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ محلّٰی لابن حزم میں درج ہے کہ

((قال عطاء اول من قضى به عبدالملك بن مروان))[2]

''یعنی عطا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلے پہل حلف مع شاہد فیصلہ کرنے کا طریقہ اپنے دور میں عبدالملک بن مروان نے جاری کیا تھا۔''

یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں یہ طریقہ اختیار کرنے والا عبدالملک مروانی خلیفہ ہے تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس طعن کا بوجھ کیسے ڈالا جا رہا ہے؟ قابل غور بات ہے۔

مختصر یہ ہے کہ مسئلہ ہذا میں دوسری جانب مرفوع روایات بھی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (مع سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے اقوال بھی ہیں اور اکابر فقہاء کے فرامین بھی موجود ہیں۔ ان حالات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قضا بالیمین مع الشاہد کا اگر قول کیا ہے تو اس کو اول اول کہہ کر بدعت شمار کرنا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نفرت پھیلانا کون سا دیانتدارانہ طریق ہے؟ اور کون سا کار خیر ہے؟

مطلب یہ ہے کہ اول من قضى به معاوية روایات میں موجود ہے لیکن یہ ابن شہاب زہری کا اپنا متفردانہ قول ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ قول ایک تابعی کا مرسل ہے جو ایک متفرد قول کی حیثیت رکھتا ہے۔ وما وجدنا له متابعا حتى الان پھر اس کو پیش نظر لا کر مشاہیر صحابہ کو مطعون کرنا اور انھیں قابل نفرت قرار دینا قرین انصاف و دیانت نہیں ہے۔ اس مسئلے میں نہ جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بدعت کے مرتکب ہو کر قابل اعتراض ہیں اور نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بدعتی ہیں۔ یہ ان کے دور کا نظریاتی و اجتہادی مسئلہ تھا جس میں ان حضرات نے اپنی اپنی صوابدید پر عمل کیا۔ اس طرح کے بے شمار مسائل عہد صحابہ میں پائے جاتے ہیں۔ معترض دوست ان مسائل پر اعتراض وطعن کا رنگ پیدا کر کے عوام میں سوء ظنی پھیلانا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ (انما لامرا ما نوی)

---

[1] المبسوط (سرخسی) ص ۳۴ ج ۱۷ کتاب الدعوی۔ طبع اول مصر

[2] الجوہر النقی علی السنن البیہقی (ترکمانی) ص ۱۷۵ ج ۱۰ طبع اول دکن، باب القضاء بالیمین مع الشاہد
اعلاء السنن ص ۳۸۱ ج ۱۵ کتاب الدعوی تحت مسئلہ الیمین مع الشاہد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# جالساً (بیٹھ کر) خطبہ دینا

اعتراض کرنے والوں کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ طعن بھی وارد کیا جاتا ہے کہ جمعۃ المبارک اور عیدین کے خطبات کھڑے ہو کر ادا کرنا سنت ہے، بیٹھ کر خطبہ دینا سنت نبوی کے خلاف ہے۔ جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اولاً بیٹھ کر خطبہ دیا اور سنت کے خلاف رسم ڈالی۔

## ازالہ

اس طعن کے جواب کے لیے ذیل میں چند امور پیش کیے جاتے ہیں ان پر نظر ڈال لینے کے بعد طعن زائل ہو جائے گا۔ ایک قدیم مورخ یعقوب بن سفیان بسوی نے اپنی کتاب میں اس مسئلہ کو امام اوزاعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

((حدثنی العباس قال: أخبرنی ابی قال: سمعت الاوزاعی قال کان معاویة بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما)اول ما اعتذر الی الناس فی الجلوس فی الخطبة، الاولی فی الجمعة ولم یصنع ذالك الا لکبر سنه وضعفه))[1]

اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے میمون و شعبی رحمہ اللہ سے جلوس فی الخطبہ کی معذرت کا مسئلہ بسوی کی طرح نقل کیا ہے۔ تاریخ ابن عساکر ص ۴۷۳ ج ۱۶ (مخطوطہ) معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔

''یعنی امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے جمعہ کے پہلے خطبہ میں بیٹھنے کے لیے لوگوں کے سامنے معذرت کی تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے (یعنی کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی طاقت نہیں رہی تھی)۔''

یہ تو ایک قدیم مورخ کا بیان ہے جسے امام اوزاعی رحمہ اللہ جیسے معتمد شخص نے نقل کیا ہے اور اس میں واضح طور پر بیٹھ کر خطبہ دینے کی معذرت کرتے ہوئے علت ذکر کر دی ہے۔ اب اس کے بعد اس مسئلہ میں قدیم محدثین کی چند ایک روایات پیش خدمت ہیں جن میں جلوس فی الخطبہ کی معذرت کا مسئلہ واضح طور پر مذکور ہے:

---

[1] کتاب المعرفہ والتاریخ ص ۴۷۹ ج ۲ تحت اللیث بن سعد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



① ((جعفر بن محمد عن أبيه قال فلما كان معاوية استأذن الناس فی الجلوس فی احدی الخطبتين وقال انی قد كبرت وقد أردت اجلس احدی الخطبتين فجلس فی خطبة الاولیٰ))[1]

② ((قال: اول خطب قاعدا معاوية قال ثم اعتذر الی الناس ثم قال انی اشتكی قدمی))[2]

③ اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہی معذرت اپنے سنن کبریٰ میں باسند ذکر کی ہے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ جالساً یعنی بیٹھ کر خطبہ دینا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذوری کی بنا پر تھا اور عذر کی بنا پر جو فعل ادا کیا جا سکتا ہے وہ قابل اعتراض نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر ان کبار محدثین نے بیٹھ کر خطبہ دینے کی معذرت ذکر کر دی ہے۔ فلہٰذا اول من احدث کا اعتراض ساقط ہے اور مقولہ مشہور ہے کہ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

مزید چیز یہ ہے کہ حالت عذر میں فرض نماز میں قیام (جو فرض ہے) معذور نمازی سے ساقط ہو جاتا ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت عذر اور تکلیف میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا ثابت ہے (اس مسئلے پر کسی کتابی حوالہ کی چنداں ضرورت نہیں) تو جمعہ کے خطبہ میں قیام فرض نماز کے قیام سے زیادہ اہم نہیں۔ پس نماز میں قیام جب ساقط ہو سکتا ہے تو جمعہ کے خطبہ میں بھی بحالت عذر ساقط ہوگا۔ فلہٰذا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حالت عذر کے اس فعل پر اعتراض وارد کرنا درست نہیں۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق ۱۸۸-۱۸۹ ج ۳ طبع مجلس علمی
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۸، ۶۹، ۱۰۶ ج ۱۴ کتاب الاوائل طبع کراچی

[2] السنن الکبریٰ (بیہقی) ص ۱۹۷ ج ۳ کتاب الجمعہ باب الخطبۃ قائما۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# مقصورہ میں نماز ادا کرنا

بعض لوگوں کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی نماز کے لیے مخصوص مقام دوسرے مسلمانوں سے الگ تجویز کیا ہوا تھا یہ چیز سنت نبوی کے خلاف ہے اور یہ نوعیت ایک گونہ تکبر کی علامت ہے جو مومنین کی شان کے لائق نہیں۔

## ازالہ

اس اعتراض کے ازالہ کے لیے ذیل میں چند چیزیں درج کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں، ان سے شبہ ہذا زائل ہو سکے گا:

ایک چیز تو یہ ہے کہ مقصورہ اس مقام کو کہتے ہیں جو مساجد میں مسلمانوں کے امیر کے لیے بطور تحفظ و تحصن کے تجویز کیا جاتا ہے اور یہ ایک حفاظتی تدبیر تھی جو اس دور کی ضرورت کے تحت عمل میں لائی گئی۔ چنانچہ اس سلسلے میں قدیم مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بعد پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مقصورہ خام اینٹوں سے تیار کرایا تھا اور اس میں ایک دریچہ تھا جس سے مقتدی لوگ اپنے امام کے احوال سے مطلع رہتے تھے اور اس مقصورہ کی نگرانی پر ایک شخص سائب بن خباب مقرر تھے..... الخ

((ان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اول من وضع المقصورة من لبن واستعمل عليها السائب بن خباب وكان رزقه دينارين فی كل شهر))[1]

اس تدبیر کی وجہ یہ ہوئی کہ اس دور کے اعدائے اسلام مثلاً خوارج وغیرہ خلفائے اسلام پر ناگہانی حملہ کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ خوارج کی طرف سے خلفاء کی زندگی گویا غیر محفوظ ہوگئی تھی۔ جیسا کہ حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم پر ایک ہی تاریخ میں ایک منصوبہ کے تحت ان لوگوں نے حملہ کیا تھا جس کی تفصیلات اپنی جگہ مذکور ہیں۔

اس واقعہ کے بعد حفاظتی طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی مقصورہ تیار کرایا تھا اور اس میں خلفاء اپنے معتمدین کے ساتھ مل کر نماز ادا کیا کرتے تھے اور یہی چیز طبری نے بعبارت ذیل نقل کی ہے:

---

[1] تاریخ مدینہ (ابن شبہ) ص ۶ ج ۱
وفاء الوفاء (سمہودی) ص ۵۱۰-۵۱۱ ج ۲ تحت الفصل الخامس العشر (۱۵) الصلوٰۃ فی المقصورہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



((وامر معاوية عند ذالك بالمقصورات وحرس الليل وقيام الشرط على رأسه اذا سجد))[1]

مقصورہ ہذا میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعض اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نماز ادا کی ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں نماز ادا کی۔

((ان كريبا مولى ابن عباس اخبره انه رأى ابن عباس يصلى فى المقصورة مع معاوية))[2]

نیز محدثین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مشہور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ساتھ مقصورہ میں نماز ادا کی۔

((الثورى عن عبدالله بن يزيد الهذلى قال رأيت انس بن مالك رضی اللہ عنہ يصلى مع عمر بن عبدالعزيز فى المقصورة))[3]

یہ مقصورہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور میں ساج (ساگوان) کی لکڑی سے تیار کروایا تھا۔

اسی طرح محدثین لکھتے ہیں کہ سائب بن خلاد انصاری رضی اللہ عنہ جو ایک مشہور صحابی ہیں انھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ مقصورہ میں ادا فرمائی اور اس کے بعد ان کا ایک مسئلے میں آپ کے ساتھ مکالمہ ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق فرمان ذکر کیا کہ فرض نماز کے بعد دوسری نماز کے درمیان کوئی کلام کرنا چاہیے یا اس جگہ سے ہٹ جانا چاہیے تاکہ دو نمازوں کے درمیان وصل نہ رہے (یعنی فصل ہو جائے)۔

((وعن عمرو بن عطاء قال ان نافع بن جبير أرسله الى السائب ليسأله عن شىء راٰه منه معاوية فى الصلوة فقال نعم صليت معه الجمعة فى المقصورة فلما سلم الامام قمت فى مقامى فصليت فلما دخل أرسل الى فقال لا تعد لما فعلت اذا صليت الجمعة فلا تصلها بصلوة حتى تكلم او تخرج فان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم امرنا بذالك ان لا نوصل بصلوة حتى نتكلم او نخرج))

(رواہ مسلم)[4]

مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ مقصورہ میں نماز ادا کرنا کوئی بدعت نہیں۔ یہ

---

[1] تاریخ الامم والملوک (ابن جریر طبری) ص ۸۶ ج ۶ تحت سنہ ۴۰ھ

[2،3] مصنف عبدالرزاق ص ۴۱۴ ج ۲ باب الصلوٰۃ فی المقصورہ

[4] مشکوٰۃ ص ۱۰۵ تحت باب السنن وفضائلہا، الفصل الثالث، طبع نور محمدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک حفاظتی تدبیر ہے اور اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متفرد نہیں تھے اس کی ابتداء عثمانی دور سے ہو چکی تھی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ مقصورہ میں مل کر نماز ادا فرماتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس مسئلے میں کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔ فلہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فعل حجت ہے اور اس سے اس کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔ معترض کا اعتراض بے جا ہے اور اس کی اپنی لاعلمی کی بنا پر صادر ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# خطبہ واذان قبل العید

جن لوگوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں مطاعن پیدا کرنے کا شوق ہے اور ان کے عہد کو خلاف سنت قرار دینے کی دلی آرزو ہے وہ کئی قسم کے فروعی مسائل کو پیش نظر رکھ کر عوام میں ایک قسم کا ذہنی انتشار پیدا کرنے اور سوء ظنی کی فضا قائم کرنے کے خواہش مند ہیں حالانکہ یہ چیز دین اسلام کے اجتماعی تقاضوں کے خلاف ہے اور اتحاد ملت کی فضا کو مکدر کرنے کی مساعی ہیں جو کسی طرح بھی دین میں مستحسن نہیں۔

معترضین اس سلسلے میں مندرجہ ذیل چیزیں بھی ذکر کیا کرتے ہیں

((اول من احدث خطبة قبل الصلوٰة فی العید معاویة))

''یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنے کو اولاً رائج کیا۔''

اور اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے اذان کی ابتدا کی۔

((اول من احدث الاذان فی العید معاویة))

مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں سنت طریقہ کے برخلاف ہیں اور ان کو اولاً رائج کرنے والے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں۔ فلہٰذا وہ بدعات کے مرتکب ہیں۔

## الجواب

مندرجہ بالا امور کے جواب کے لیے ذیل میں چند اشیاء پیش کی جاتی ہیں ان پر نظر غائر فرمائیں، مذکورہ شبہات کے ازالہ میں مفید اور باعث اطمینان ہوں گی:

① گزارش ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منصب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کر کے آنے والی امت کو پہنچانے والے ہیں اور حصول دین کے لیے پیغمبر اور ان کی امت کے درمیان مضبوط واسطہ اور قوی رابطہ ہیں اور ہم تک شریعت اسلام پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ اس بنا پر ان حضرات نے جو دین نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا وہی انھوں نے امت کو پہنچایا اور اسی دین اسلام کے احیا اور بقا کے لیے انھوں نے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ اس چیز پر ان کے اعمال واقوال شاہد کامل ہیں۔

چنانچہ نماز کے مسائل میں اتباع سنت کے سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث میں مذکور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ

① ایک بار نافع بن جبیر نے عمرو بن عطاء رحمہ اللہ کو سائب رحمہ اللہ کی طرف اس مسئلے کی دریافت کے متعلق روانہ کیا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نماز کے متعلق ذکر کیا تھا تو اس موقع پر سائب نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی مقام پر کھڑا ہو گیا اور میں نے کچھ نوافل ادا کیے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر تشریف لے گئے تو مجھے بلا بھیجا اور فرمایا کہ جس طرح تو نے اب کیا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد اسی مقام پر نوافل پڑھ لیے ہیں اس طرح پھر نہ کرنا، حتیٰ کہ یا تو کلام کر لے یا اس جگہ سے ہٹ جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا تھا کہ ہم نماز باجماعت کے ساتھ باقی نماز ملا کر نہ پڑھیں حتیٰ کہ باہم کلام کر لیں یا اس جگہ سے الگ ہو جائیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول درج ہے:

((فلما دخل ارسل الی فقال لا تعد لما فعلت اذا صليت الجمعة فلا تصلها بصلوة حتى تكلم أو تخرج فان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أمرنا بذالك ان لا نوصل بصلوة حتى نتكلم او نخرج)) (رواہ مسلم)[1]

② اسی طرح ایک دوسرا قول حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے تھے کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا مگر اس کو یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو۔ چنانچہ مجمع الزوائد (ہیثمی) میں ہے کہ

((وعن أبى درداء رضی اللہ عنہ قال ما رأيت احدا بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اشبه صلوة برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من اميركم هذا يعنى معاويه)) (رواہ الطبرانی)[2]

یہاں سے معلوم ہوا کہ دیگر مسائل کے علاوہ نماز کے مسائل میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے خلاف بالکل نہیں کرتے تھے اور مندرجہ بالا روایات اس چیز پر قرائن ہیں کہ سنت نبوی پر عمل کرنا ان کی زندگی کا نصب العین تھا تو خطبہ اور اذان کے مسائل میں انھوں نے خلاف سنت کیسے عمل درآمد کر لیا؟ اب کوئی شخص یا کوئی راوی یہ آواز دیتا ہے کہ فلاں صحابی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جاریہ کے خلاف عمل کیا اور کرایا تو یہ بات قابل مسموع نہ ہوگی اور اس کے متفردانہ اور شاذ قول کو جو کسی صحابی کی دیانت کے متصادم ہو قبول نہیں کیا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ اقوال شاذہ کے لیے قاعدہ ہے کہ الثقة اذا شذ لا يقبل ما شذ فيه[3] یعنی ثقہ شخص اگر شاذ قول کرے تو وہ قول قبول نہیں کیا جاتا۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵ (طبع قدیم) تحت باب السنن وفضائلہا الفصل الثالث (بحوالہ مسلم شریف ص ۲۸۸ ج ۱ آخر کتاب الجمعہ)

[2] مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۳۵۷ ج ۹ تحت باب ما جاء فی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۲۸ ج ۶ طبع ملتان

تدریب الراوی (سیوطی) ص ۱۴۶ تحت النوع ۱۳۰ (الشاذ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسئلہ بالا کی طرف توجہ فرمائیں کہ عید کی نماز سے قبل خطبہ پڑھنے کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں قول کرنا جناب علامہ زہری کا متفردانہ قول ہے جو انھوں نے اپنی طرف سے کہا ہے اور اس دور کے کسی صحابی کا قول پیش نہیں کیا اور نہ اس کا متابع ملا اور بعض دفعہ ابن شہاب زہری وغیرہ اس طرح متفرد قول ذکر کر دیا کرتے ہیں جس کو شاذ کہا جاتا ہے۔ فلہٰذا اس نوع کے اقوال کے پیش نظر ایک مشہور صحابی کے حق میں یوم عید میں خطبہ قبل الصلوٰۃ اور اذان کا طعن قائم کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔

نیز اس مسئلہ کی صورت حال یہ ہے کہ بعض روایات کے اعتبار سے عید الفطر میں نماز عید سے قبل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اولاً خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی روایت دستیاب ہوتی ہے کہ آپ نے قبل صلوٰۃ العید خطبہ ارشاد فرمایا۔

ان روایات کے اعتبار سے اس مسئلہ میں ابتدا کرنے والے حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما ہیں۔ فلہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس مسئلے میں سبقت کرنے والے قرار نہیں دیے جا سکتے۔

## ایک توجیہ

اس مقام پر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جیسے شارح حدیث نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف سے ان حضرات کے اس فعل کی توجیہ ذکر کی ہے کہ

((ان الحسن البصری قال اول من خطب قبل الصلوة عثمان صلی بالناس ثم خطبهم یعنی علی العادة فرای ناسا لم یدرکوا الصلوة ففعل ذالك ای صار یخطب قبل الصلوة..... الخ))[1]

مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات نماز عید سے قبل بیشتر لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے ان کو نماز عید میں شامل کرنے کے لیے اور ان کے ادراک الصلوٰۃ کی خاطر نماز عید سے قبل بطور پند و نصائح کچھ ارشادات ان حضرات نے حاضرین کے سامنے فرمائے تاکہ اس قلیل سی تاخیر کے ذریعے سے بعد میں آنے والے لوگ نماز میں شامل ہو سکیں۔ اور پھر نماز عید کے بعد خطبہ مسنونہ پڑھا گیا۔

اب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی اس توجیہ کے پیش نظر یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض بعض اوقات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے قبل خطبہ دیا تھا تو وہ اسی نوع کی ضرورت کے تحت نماز عید سے پہلے کچھ ارشادات فرمائے تھے تاکہ لوگ مجتمع ہو کر نماز میں شامل ہو سکیں (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف (ابن حجر عسقلانی) ص ج ۲ تحت باب المشی والرکوب الی العید..... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی بیان کو راویوں نے خطبہ سے تعبیر کر دیا) جب کہ نماز عید کے بعد خطبہ مسنونہ حسب قاعدہ پڑھا گیا۔

اب صورت مسئلہ ہذا واضح ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہیں کی اور اس مسئلہ میں کسی بدعت کے مرتکب نہیں ہوئے بلکہ حکمت عملی کے طور پر بعض دفعہ انھوں نے قبل الصلوٰۃ کچھ چیزیں بیان کیں۔

## طعن دوم کا تجزیہ

اب دوسرے طعن کے متعلق یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ نماز عید سے قبل اذان کا احداث (بدعت) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا بھی ایک تابعی کے ایک شاذ قول کے ذریعہ سے ہے اس دور کے کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں۔ نیز اس قول کا متابع نہیں دستیاب ہوا اور متابع کا نہ پایا جانا عدم قبول کے لیے کافی ہے۔ معترض احباب اس قسم کے شاذ اقوال اور منقطع روایات تلاش کر کے مطاعن کو پختہ کرتے ہیں اور ان کی تشہیر میں کوشاں رہتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ مرسل قول کے ذریعے سے کسی صحابی کی دیانت داری کو مجروح نہیں کیا جا سکتا اور ان کے دینی وقار کو گرایا نہیں کیا جا سکتا۔ درآں حالے کہ ان کے متابع بھی میسر نہیں آئے۔ نیز حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی سابقہ توجیہ کی طرح یہاں بھی اس بات میں گنجائش ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عید کی نماز سے قبل بعض دفعہ عوام کے شمول کے پیش نظر نماز کے قیام کی اطلاع عام کرائی گئی ہو تا کہ لوگ بروقت نماز میں شریک ہو سکیں۔ روایت کے ناقلین نے اسی عمل کو اذان سے تعبیر کر دیا ہو۔ یہ احتمال اس میں ہو سکتا ہے۔ لیکن نماز عید سے قبل با قاعدہ معروفہ اذان (صلوٰۃ) جاری کر دی گئی ہو یہ ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ یہ چیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ہم نوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دیانت اور معمول کے برخلاف ہے اور اس دور کے واقعات بھی اس چیز کی تائید نہیں کرتے۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعض واقعات

مسئلہ ہذا کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے چند واقعات ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے معمولات کے ذریعے سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ عید کی نماز سے قبل نہ اذان ہوتی تھی اور نہ خطبہ عید ہوتا تھا۔

① محدثین وفقہاء نے مندرجہ ذیل روایت اپنی سند کے ساتھ ذکر کی ہے ملاحظہ فرمائیں:

((ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ انه كان فى مسجد الكوفة و معه حذيفة و ابو موسى (رضی اللہ عنہما) حتى خرج عليهم الوليد بن عقبة وهو امير الكوفة فقال غدا عيدكم فكيف اصنع فقالوا اخبره يا ابا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبدالرحمن فأمره عبدالله بن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان يصلى بغير اذان ولا اقامة وان يكبر فى الاولى خمسا وفى الاخيرة اربعا ويوالى بين القراءتين و يخطب بعد الصلوة على راحلته))[1]

''یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے استاذ حماد رحمہ اللہ سے ذکر کرتے ہیں اور حماد رحمہ اللہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ذکر کرتے ہیں اور ابراہیم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (ابوعبدالرحمٰن) سے ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور ان کے ہمراہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تشریف رکھتے تھے۔ اسی دوران میں کوفہ کے امیر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ کل عید ہے اس کے ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے، اسے میں کس طرح ادا کروں؟ تو ان حضرات صحابہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ولید بن عقبہ کو اس کا جواب فرما دیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ آپ عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھیں۔ پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں کہیں اور دونوں قراءتیں لگاتار ادا کریں اور نماز کے بعد اپنی سواری پر (بیٹھ کر) خطبہ عید پڑھیں۔''

یہاں سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں عید کی نماز بغیر اذان اور بغیر اقامت کے ادا کی جاتی تھی اور خطبہ عید بعد الصلوٰۃ پڑھا جاتا تھا۔ غالباً یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا ہے اس دور میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے امیر تھے۔ ان کو نماز عید ادا کرنے کا پورا طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم فرمایا اور اسی کے مطابق کوفہ کے حاکم نے نماز عید پڑھائی۔ پھر اس کے بعد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی ولایت کے دوران میں اسی کے مطابق عمل جاری رکھا جیسا کہ آئندہ سطور میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

② چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو ایک مشہور صحابی تھے ان کے متعلق مندرجہ ذیل روایت موجود ہے کہ

۱۔ ((عن سماك قال بلغنى انه شهد المغيرة بن شعبة فى يوم عيد۔ فصلى بهم قبل الخطبة بغير اذان ولا اقامة))[2]

۲۔ ((عن سماك بن حرب عن مغيره بن شعبة رضی اللہ عنہ انه صلى يوم عيد بغير اذان ولا اقامة))[3]

''یعنی مطلب یہ ہے کہ عید کے روز مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بغیر اذان اور اقامت کے نماز

---

[1] فتح الباری شرح بخاری شریف (ابن حجر عسقلانی) ص ج ۲ تحت باب المشی والرکوب الی العید.....الخ

[2] مصنف عبدالرزاق ص ۲۷۸ ج ۳ تحت باب الاذان لہما (عیدین) بیروت

[3] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸-۱۶۹ ج ۲ تحت بحث ہذا (طبع دکن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑھائی۔''

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے کوفہ کے علاقہ کے والی و حاکم تھے۔ یہ حضرات اس دور میں اذان و اقامت کے بغیر عید کی نماز پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ یہ چیز عام دستور شرعی کے مطابق ہے اور اس دور کا دوامی معمول بھی یہی ہے۔

نیز اس دور کا ایک دیگر واقعہ احادیث میں موجود ہے جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نبوی کی اتباع میں اپنی پوری سعی کرنے کا جذبہ ظاہر ہوتا ہے اور یہ واقعہ بھی عید اور جمعہ سے متعلق ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں عید اور جمعہ ایک روز میں جمع ہو گئے تو آپ نے اپنے دور کے مشہور صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے سامنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوئے تھے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میری موجودگی میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام میں عید اور جمعہ ایک روز میں مجتمع ہوئے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح کیا؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز عید ادا فرمائی اور پھر اس کے بعد جمعہ کے متعلق دور سے پہنچنے والوں کے لیے رخصت عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص چاہے یہیں نماز جمعہ میں بھی شریک ہو جائے (اور جو شخص نماز جمعہ سے قبل جانا چاہے واپس جا سکتا ہے)۔

((عن اياس بن أبى رملة قال شهدت معاوية (رضی اللہ عنہ)يسئل زيد بن ارقم (رضی اللہ عنہ) اشهدت مع النبى صلی اللہ علیہ وسلم عيدين اجتمعا فى يوم قال نعم قال فكيف صنع؟ قال صلى العيد ثم رخص فى الجمعة فقال من شاء ان يصلى فليصل))[1]

مطلب یہ ہے کہ مندرجہ بالا واقعات سے نماز عید کے مسنون طریقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں واضح طریقے سے سامنے آ گئے اور خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نماز کے مسائل میں اور خصوصاً عید کے مسائل میں بھی اتباع سنت کی خاص رعایت رکھتے تھے اور اپنے دور کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان مسائل میں حسب موقع راہنمائی حاصل کرتے تھے اور ان کے دور میں معمولات کے مطابق عمل کرتے تھے۔ تاہم اس مسئلہ پر اگر مزید قرائن و شواہد مطلوب ہوں تو ہماری تالیف سیرت و سوانح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور چہارم فصل ہفتم تحت عنوان ''اتباع سنت'' کی طرف رجوع کریں وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اتباع سنت کو ملحوظ رکھنا بیان کیا گیا ہے اور بیشتر مواد حدیث سے پیش کیا ہے۔

---

[1] سنن دارمی ص ۲۰۰ باب اذا اجتمع عیدان فی یوم، طبع کانپور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنا بریں آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اذان اور خطبہ قبل صلوٰۃ العید کے کیسے مرتکب ہو سکتے تھے؟[1] فلہٰذا جو چیز اس کے خلاف پائی جاتی ہے وہ شاذ کے درجے میں ہے اور شاذ روایات کے ذریعے سے مقتدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن تجویز کرنا ہرگز درست نہیں۔

## درایت کے اعتبار سے

قبل ازیں چند چیزیں باعتبار روایت کے پیش کی گئی ہیں، اب باعتبار درایت کے درج ذیل اشیاء پر نظر فرمائیں:

- طعن پیدا کرنے والے احباب کے ذمے ہے کہ یہ بات واضح کریں کہ خطبہ قبل صلوٰۃ العید اور اذان قبل صلوٰۃ العید کو کس سنہ اور کس سال میں جاری کیا گیا؟
- تمام ممالک اسلامیہ میں اس کا اجراء کیا گیا یا صرف بلاد شام میں؟
- جس علاقہ میں یہ حکم جاری کیا گیا اس میں اس کا کیا ردعمل ہوا؟ کیا اس دور کے سب اہل اسلام (صحابہ کرام و تابعین وغیرہم) نے اس کو قبول کیا یا مخالفت ہوئی؟
- پھر اس مخالفت کی وضاحت درکار ہوگی کہ کن حضرات نے مخالفت کی؟ اور کن حضرات نے تائید کی؟
- خصوصاً اہل حرمین شریفین نے اس حکم پر عمل کیا یا اس کو رد کر دیا؟
- ہاشمی اکابر حضرات نے اس سے کیا تاثر لیا؟ تعاون کیا یا تخالف کیا؟

ان تمام تفصیلات کو سامنے لا کر پھر اس کا تجزیہ کرنا ہوگا اور مسئلہ کے نشیب و فراز کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

یہ چیزیں معترض احباب کے ذمہ ہیں کہ ان کو صاف کریں۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو مطعون کرنا مطلوب ہے تو پھر ان مندرجات کو واضح کیجیے اور اگر اس دور کے اکابرین امت نے مخالفت کی تھی تو وہ حکم نافذ کیسے ہو سکا؟ نیز اس مخالفت کی وضاحت کسی صحیح حوالہ کے ساتھ مطلوب ہے۔ مقام طعن میں مجروح و مقدوح روایات کام نہیں دے سکتیں۔

اور اگر اکابر نے موافقت کی تھی تو اس کے نتیجہ میں صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ ان تمام حضرات پر ارتکاب بدعت کا طعن وارد ہوتا ہے جنھوں نے تعاون علی الاثم والعدوان کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ یہ حضرات تعاون علی الاثم والعدوان کرنے والے نہیں تھے۔

## حاصل کلام

روایت و درایت دونوں کے اعتبار سے کلام پیش کرنے کے بعد یہ چیز واضح ہے کہ معترض لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق عید سے قبل اذان اور خطبہ کے احداثات جو منسوب کیے ہیں وہ واقعات کے اعتبار سے درست نہیں ہیں اور اثبات طعن کے لیے جو چیزیں فراہم کی گئی ہیں ان سے ارتکاب بدعت کا طعن قائم نہیں ہو سکتا۔

---

[1] خطبہ و اذان قبل الصلوٰۃ برائے عیدین، یہ دونوں امور دورِ نبوی اور دورِ خلافت راشدہ کے معمول کے خلاف ہیں۔ اس بنا پر قرین قیاس یہ ہے کہ جس کتاب سے یہ طعن نقل کیا گیا ہے اس مقام میں یہ عبارت الحاقی ہے اور یہ اس دور کے عالم ابراہیم نخعی کا قول نہیں ہے۔ بعد میں کسی معتزلی کا قول ہے اور معتزلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# ایک دیگر طعن (مورتیوں کو ہندوستان کی سرزمین میں بھیجنا)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والوں نے ایک دیگر طعن فقہ کی بعض کتابوں سے تلاش کر کے ''معاویہ اور سمگلنگ'' کے عنوان سے ذکر کیا ہے اور طعن کے ثبوت میں درج ذیل واقعہ پیش کیا ہے:

ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیتل کی چند مورتیاں (جو کفار کے خلاف جنگ سے بطور مال غنیمت حاصل ہوئی تھیں) ارض ہند کی طرف ارسال کیں تا کہ ان کو ہندوستان میں فروخت کیا جائے۔ اس دور کے ایک مشہور تابعی مسروق بن اجدع رحمہ اللہ حق گو بزرگ تھے جب ان کے ہاں سے یہ مال گزرا اور انھیں معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ مال فروخت کے لیے ہندوستان بھیجا جا رہا ہے تو انھوں نے اس مسئلے میں اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ کفار کے ہاتھوں مورتیوں کی فروخت ناجائز ہے اور مزید کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) مجھے قتل کر دیں گے تو میں اس مال کو غرق کر دیتا۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ ایک شخص جس کو اپنا برا عمل اچھا معلوم ہوتا ہے اور ایک شخص جو دنیا سے متمتع ہو کر آخرت سے مایوس ہو چکا ہے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ان دونوں میں سے کس زمرے میں شامل ہیں؟

روایت ہذا کی روشنی میں معترض لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر متعدد الزامات وارد کیے ہیں مثلاً معاویہ نے بت فروشی کر کے ہنود کے لیے بت پرستی میں مدد کی، وہ شیطانی فریب خوردہ اور آخرت کے منکرین میں سے تھے اور معاویہ اسلام سے لاتعلق تھے وغیرہ وغیرہ۔

## جواب

اعتراض ہذا کا جواب ذکر کرنے کے لیے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں ان پر توجہ فرمائیں:

- ایک بات یہ ہے کہ یہ روایت اس مقام پر بلفظ ذکر (بصیغہ مجہول) ذکر کی گئی ہے۔ یہاں نہ تو اس روایت کی سند بیان کی گئی ہے اور نہ اس کا ماخذ ذکر کیا گیا ہے۔ اس مقام سے معلوم نہیں ہو سکتا کہ واقعہ کو بیان کرنے والا کون صاحب ہے اور کہاں سے نقل کیا ہے؟ اور تاریخ ابن عساکر میں تحت مسروق بن الاجدع واقعہ ہذا ندارد ہے۔ اسی طرح تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تحت مسروق اس کو ذکر نہیں کیا، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علیٰ اختلاف الاقوال صاحب کتاب شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ المتوفی ۴۸۳ھ نے اس کو ذکر کیا ہے جب کہ روایت میں مذکور واقعہ جس دور میں پیش آیا وہ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۱ھ تا ۶۰ھ کا زمانہ ہے۔ ان دونوں ادوار میں مدت مدید کا فاصلہ پایا جاتا ہے۔

❁ دیگر بات یہ ہے کہ امام سرخسی رحمہ اللہ کی جس مشہور کتاب سے یہ طعن تلاش کر کے طاعنین نے ذکر کیا ہے اسی مقام پر ذرا آگے چل کر صاحب کتاب نے ہی اس طعن کے جواب کے طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں اور ان کی صفائی میں بہترین چیزیں بیان کی ہیں۔ چونکہ یہ سب چیزیں طعن کرنے والوں کے طعن کو زائل کر دیتی ہیں اس لیے معترض نے ان کو بالارادہ چھوڑ دیا ہے اور چشم پوشی کرتے ہوئے صرف طعن پیش کر دیا ہے حالانکہ جواب طعن وہیں موجود ہے۔ یہ کمال علمی خیانت ہے اور صحابہ سے بغض کی واضح علامت ہے اور عام لوگوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بدظن کرنے کی مذموم کوشش ہے۔

نیز یہاں قابل وضاحت یہ چیز ہے کہ یہ تماثیل (مورتیاں) جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں اور انھیں فروخت کے لیے ارض الہند روانہ کیا گیا تھا اس کا مقصد علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ

((فبعث (عبدالله بن قيس بن مخلد) بها (اصنام) الى معاوية فوجه بها معاوية الى البصرة لتحمل الى الهند فتباع هناك ليثمن بها))[1]

اور شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ

((فأمر معاوية رضي الله عنه ببيعها بارض الهند☆ ليتخذ بها الاسلحة والكراع للغزاة..... الخ))[2]

''یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان مورتیوں کو ہندوستان میں فروخت کر کے اس مال سے جنگی ضروریات کے لیے جنگی اسلحہ اور سواریوں کا انتظام کیا جائے۔''

---

[1] فتوح البلدان (بلاذری) ص ۴۴۴ تحت فتح جزائر فی البحر

[2] المبسوط (سرخسی) ص ۴۶، ۴۷ ج ۲۴ تحت کتاب الاکراہ۔

☆ حاشیہ قولہ: ببیعبها بارض الهند..... الخ

یہاں ایک فقہی اختلاف موجود ہے، مناسبت مقام کے لحاظ سے اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صنم وصلیب وغیرہ کی بیع ان کی عبادت کرنے والوں کے ہاتھوں فروخت کر دینا جائز ہے اور تمثال کی بیع کا یہ واقعہ امام صاحب رحمہ اللہ کا مستدل ہے جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ بیع مکروہ ہے جیسا کہ یہاں مسروق بن اجدع تابعی رحمہ اللہ کے قول سے ثابت ہوتا ہے۔

((فيكون دليلا لابى حنيفة رحمه الله فى جواز بيع الصنم والصليب ممن يعبده كما هو طريقة ←

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## مسروق رحمہ اللہ کے قول کی توجیہ

صاحب کتاب ''المبسوط'' نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کو مقدم اور راجح قرار دیا ہے اور مسروق رحمہ اللہ کے قول کو مرجوح اور متروک کہا ہے۔ اس کے بعد ساتھ ہی مسروق رحمہ اللہ کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مسروق رحمہ اللہ کے یہ نظریات بطور اعتقاد نہیں تھے (بلکہ فرط جوش میں آ کر انھوں نے ایسا کہہ دیا تھا) کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں اور ان کا مرتبہ کاتب الوحی کا ہے اور وہ اپنے دور کے امیر المومنین تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں حکمرانی کی بشارت فرمائی تھی۔

((وانما قلنا هذا لانه لا يظن بمسروق رحمه الله انه قال فى معاوية رضى الله عنه ما قال عن اعتقاد وقد كان هو من كبار الصحابة وكان كاتب الوحى وكان امير المؤمنين وقد اخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالملك بعده فقال له عليه السلام يوما اذا ملكت أمر امتى فأحسن اليهم))[1]

## حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بدگوئی پر تنبیہ

شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے فرق مراتب کا ذکر کرتے ہوئے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فائق سرتبہ ذکر کیا ہے اور ان کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا درجہ بیان کیا ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بدگوئی کرنے والے ایک شخص کا واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے

القياس۔ وقد استعظم ذالك مسروق رحمه الله كما هو طريق الاستحسان الذى ذهب اليه ابو يوسف و محمد رحمهما الله فى كراهة ذالك))[1]

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مسروق تابعی رحمہ اللہ کے مسلک کو بیان کرنے کے بعد صاحب کتاب امام سرخسی رحمہ اللہ نے خود اس بات کا موازنہ کر کے یہ کہا ہے کہ بیع تمثال و اصنام کے مسئلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول مقدم ہے اور اسی کو قابل عمل سمجھا جاتا ہے اور مسروق تابعی رحمہ اللہ کا قول اس میں متروک ہے۔

((ولكن مع هذا قول معاوية رضى الله عنه مقدم على قوله))

اور ساتھ ہی صاحب کتاب نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہ مسائل فقہی مجتہدات میں سے ہیں اور بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے ایک دوسرے کے حق میں وعید کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں (یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وعید کا ایک قول دوسرے شخص کے بارے میں نقل کیا ہے) مطلب یہ ہے کہ مجتہد فیہ مسائل میں بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے درمیان وعید کے الفاظ کا پایا جانا کوئی معیوب چیز نہیں ہے اور اظہار مافی الضمیر اور احقاق حق کے درجے میں اس طرح کا کلام پایا جانا کچھ بعید نہیں۔

① المبسوط (شمس الائمہ سرخسی) ص ۴۶-۴۷ ج ۲۴ (طبع مصر) تحت کتاب الاکراہ۔

[1] کتاب المبسوط (شمس الائمہ سرخسی) ص ۴۷ ج ۲۴ (طبع مصر) تحت کتاب الاکراہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دفاع پایا جاتا ہے۔

## ایک واقعہ

وہ اس طرح ہے کہ ابتداء میں محمد بن فضل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بدگوئی اور عیب جوئی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے منہ سے لمبے لمبے بال نکل کر پاؤں تک لٹک رہے ہیں اور وہ ان بالوں کو اپنے پاؤں میں روندتے ہیں اور زبان سے خون جاری ہے جس سے ان کو سخت اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ جب محمد بن فضل نے اپنے اس خواب کی معبر سے تعبیر پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کی بدگوئی کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں۔ اس فعل سے بچیے اور اجتناب کیجیے۔

((ویحکی ان ابا بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کان ینال منه فی الابتداء فرأی فی منامه کان شعرة تدلت من لسانه الی موضع قدمه فهو یطؤها ویتألم من ذالك ویقطر الدم من لسانه فسأل المعبر عن ذالك فقال انك تنال من واحد من کبار الصحابة فایاك ثم ایاك))[1]

صاحب کتاب نے یہ واقعہ اس لیے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بدگوئی اور طعن زنی کرنا درست نہیں، وہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔

## دیگر معروضات

طعن والی روایت کی ابتدا میں مسروق بن اجدع رحمہ اللہ کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو سخت الفاظ پائے جاتے ہیں اور معترضین نے ان الفاظ کو خوب اچھال کر طعن پیدا کرنے کے لیے عجیب وغریب عنوانات قائم کیے ہیں، اس کے متعلق اتنا ذکر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے کہ واقعہ ہذا میں یہ الحاقی کلمات معلوم ہوتے ہیں۔ مسروق بن اجدع رحمہ اللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقام کو بہتر طریق پر ملحوظ رکھتے تھے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ

① بعض مسائل میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمان کا وارث نہیں بنایا۔ جب یہ مسئلہ مسروق بن اجدع رحمہ اللہ کے سامنے پیش ہوا تو مسروق رحمہ اللہ کہنے لگے:

۱۔ ((قال مسروق (بن الاجدع) وما احدث فی الاسلام قضاء احب الی منه))[2]

۲۔ (ما احدث فی الاسلام قضاء اعجب منه))[3]

---

[1] المبسوط (سرخسی) ص ۴۶-۴۷ ج ۲۴ تحت کتاب الاکراہ

[2] مسند دارمی ص ۳۹۷ باب فی میراث اہل الشرک واہل الاسلام (طبع ہند)

[3] سنن سعید بن منصور ص ۴۴ ج ۳ قسم اول۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''یعنی مسروق رحمہ اللہ کہنے لگے کہ اسلام میں اس سے زیادہ پسندیدہ اور زیادہ عجیب فیصلہ میرے سامنے نہیں آیا۔''

یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ مسروق رحمہ اللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قضا اور فیصلوں کو نہایت پسندیدہ خیال کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو کسی قسم کا عناد اور رنجش نہیں تھی۔

② نیز قدیم مورخ ابن خیاط رحمہ اللہ[1] نے لکھا ہے کہ قاضی شریح رحمہ اللہ کوفہ سے بصرہ گئے تو ان کے قائم مقام مسروق رحمہ اللہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کا قاضی بنایا گیا۔ اگر وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قابل اعتراض و لائق طعن سمجھتے تو ان کی طرف سے منصب قضا کیسے قبول کر سکتے تھے؟ بنا بریں طعن کی مذکورہ روایت کے ابتدائی سخت الفاظ راوی کی اپنی تعبیر معلوم ہوتے ہیں۔

③ دیگر قرینہ یہ ہے کہ اس واقعہ کو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے اپنی دوسری تصنیف شرح السیر الکبیر جلد ثانی تحت مسئلہ ہذا میں بھی ذکر کیا ہے مگر وہاں اس قسم کے شدید الفاظ جو یہاں مذکور ہیں بالکل نہیں پائے جاتے۔ یہ بھی اس بات کی تائید ہے کہ یہ ناقلین کی تعبیرات ہیں جو موجب شبہ بن رہی ہیں۔ چنانچہ السیر الکبیر میں ہے کہ

((والذی یروی ان معاویة بعث بها لیباع بارض الهند فقد استعظم ذالك مسروق علی ما ذکره محمد ذالك فی کتاب الزکوٰة)) [2]

④ اور مزید اس چیز پر قرائن موجود ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کسی پر حق گوئی کی پاداش میں ظلم و زیادتی روا نہیں رکھتے تھے۔ اس چیز پر ایک مشہور تابعی اعمش رحمہ اللہ کا بیان ہے جس میں انھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کے معاملے کو بڑی اہمیت دی ہے حتیٰ کہ مشہور عادل خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عدل و انصاف میں فائق قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ:

((حدثنا محمد بن جواس حدثنا ابوهریرة المکتب قال کنا عند الاعمش (سلیمان بن مهران) فذکروا عمر بن عبدالعزیز وعدله فقال الأعمش فکیف لو ادرکتم معاویة۔ قالوا فی حلمه؟ قال لا والله بل فی عدله)) [3]

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۲۱۷ ج ا تحت القضاۃ فی خلافت معاویہ

[2] شرح السیر الکبیر ص ۲۷۸ ج ۲

[3] منہاج السنۃ (ابن تیمیہ) ص ۱۸۵ ج ۳
المنتقی (ذہبی) ص ۳۸۸ (طبع مصر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''یعنی امام اعمش رحمہ اللہ کے ہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عدل و انصاف کا ذکر ہوا۔ انھوں نے کہا اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو پا لیتے تو کیا کیفیت ہوتی۔ یعنی وہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے فائق تھے۔ لوگوں نے کہا علم و حوصلہ میں؟ حضرت اعمش رحمہ اللہ نے کہا: نہیں بلکہ عدل و انصاف میں بڑھے ہوئے تھے۔''

امام اعمش رحمہ اللہ کا یہ بیان قبل ازیں اپنی کتاب مسئلہ اقربا نوازی ص ۱۵۵ میں ہم نے ذکر کیا ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اس مسئلہ پر ذکر کی ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق گوئی پر کوئی ظلم و زیادتی کرنے والے نہیں تھے اور معاملات میں عدل و انصاف کے پہلو کو پیش نظر رکھتے تھے۔

اور مسروق تابعی رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مبالغہ فی الاحتیاط کرتے ہوئے مورتیوں کو اہل ہند کے ہاتھوں فروخت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نفس بیع کے اعتبار سے یہ جائز ہے (علیٰ طریق القیاس) جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف اور دیانت دارانہ معاملات کی روشنی میں یہ چیز درست معلوم ہوتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سختی کے الفاظ جو امام مسروق رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہیں وہ درست نہیں اور ناقلین کی تعبیر کو اس میں بڑا دخل ہے۔ کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ان کے خلاف کسی مسئلہ بیان کرنے والے پر سختی اور تشدد نہیں کیا جاتا تھا اور اس پر اس دور کے واقعات شاہد ہیں۔ چنانچہ اس مسئلے پر ایک مستقل عنوان ''حق گوئی اور آزادی رائے کے خاتمہ کا جواب'' ہم نے مرتب کر دیا ہے اس کی طرف رجوع فرمالیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# منبر نبوی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق طعن کرنے والوں نے کئی مسائل ایجاد کیے ہیں اور اپنی روایات کے ذریعے سے لوگوں میں پھیلائے ہیں۔ یہ سلسلہ مطاعن بہت طویل ہے مگر جو چیزیں عام لوگوں کے لیے زیادہ پریشان کن ہیں اور ذہنی کوفت کا باعث بنتی ہیں ان میں سے چند ایک چیزیں پیش کی جاتی ہیں اور ساتھ ہی ان کا جواب تحریر کیا جاتا ہے:

① مثال کے طور پر بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر رسول (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق حکم دیا کہ اس کو مدینہ منورہ سے اٹھا کر ملک شام لے جایا جائے۔ لیکن جب منبر نبوی کو اپنی جگہ سے ہلایا گیا تو فوراً آفتاب بے نور ہو گیا حتیٰ کہ آسمان پر ستارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے اس معاملے کو بڑا اہم خیال کیا۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوگئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا اور کہنے لگے میں منبر نبوی کو اپنی جگہ سے اٹھا کر لے جانا نہیں چاہتا تھا بلکہ مجھے خوف تھا کہ کہیں اس کو نیچے سے دیمک نہ لگ گئی ہو اس لیے میں نے اس کو اپنی جگہ سے اٹھایا ہے۔ پھر منبر نبوی کو وہیں نصب کر دیا اور اس پر غلاف پوشی کر دی۔ چنانچہ علامہ طبری نے اسے بالفاظ ذیل تحریر کیا ہے:

((قال محمد بن عمر (الواقدی) وفی هذه السنة أمر معاوية بمنبر رسول الله ﷺ ان يحمل الى الشام فحرك فكسفت الشمس حتى رأيت النجوم بادية يومئذ فاعظم الناس ذالك فقال لم ارد حمله انما خفت ان يكون ارض فنظرت اليه ثم كساه يومئذ))

اطلاع..... تاریخ طبری کی اس روایت کو شیعی مورخین مسعودی وغیرہ نے ''مروج الذہب'' میں بڑے عمدہ پیرائے میں بطور طعن درج کیا ہے۔ وہاں یہی روایت ہے کوئی الگ واقعہ نہیں ہے۔ مخالفین صحابہ نے اس کو خوب اچھالا ہے۔ روایت بھی ان کی ہے پھر طعن بھی ان کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ (یا للعجب)

## الجواب

طبری کی روایت ہذا میں اس واقعہ کو نقل کرنے والا محمد بن عمر واقدی ہے اور واقدی نے جہاں دیگر بہت سی بے اصل اور متروک روایات نقل کی ہیں وہاں یہ روایت بھی واقدی ہی کی مرہون منت ہے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مقام پر طبری نے کچھ دیگر واقعات بھی واقدی سے ہی نقل کیے ہیں جو قابل قبول نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ واقدی کے متعلق علمائے رجال نے تعدیل کے ساتھ ساتھ تنقیدات بھی ذکر کی ہیں اور اہل علم حضرات ان سے بخوبی واقف ہیں۔ ان تنقیدات میں سے کسی قدر ہم نے قبل ازیں کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' کے ص ۲۲۸-۳۴۵ پر ذکر کر دی ہیں۔ اب یہاں بھی بقدر ضرورت واقدی پر نقد پیش کیا جاتا ہے تاکہ مذکورہ بالا مطاعن کی روایات کا بے اصل ہونا پایہ ثبوت تک پہنچے۔

## (۱) واقدی پر نقد

علامہ ابن حجر اور حافظ ذہبی وغیرہم رحمہم اللہ نے اکابرین امت کے حوالہ سے واقدی پر مندرجہ ذیل نقد نقل کیا ہے

① ((قال احمد بن حنبل رحمہ اللہ: الواقدی کذاب..... قال الشافعی رحمہ اللہ: کتب الواقدی کلها کذب..... الخ))[1]

② ((قال احمد بن حنبل هو کذاب یقلب الاحادیث..... قال البخاری وابوحاتم متروك..... واستقر الاجماع علی وهن الواقدی..... الخ))[2]

حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بغداد کا ساکن تھا اور متروک الحدیث ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واقدی کذاب ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واقدی کی تمام کتابیں دروغ محض ہیں۔ نیز امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ شخص (واقدی) جھوٹے ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث میں کئی قسم کی تبدیلیاں کر دیتا تھا۔ امام بخاری اور امام ابو حاتم رحمہما اللہ نے فرمایا واقدی متروک ہے اور واقدی کے ضعیف ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔

نیز بہت سے دیگر علماء مثلاً ابن حبان رحمہ اللہ نے کتاب المجروحین میں، ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں، ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل میں، یحییٰ ابن معین رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں، عقیلی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں، ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اور ذہبی رحمہ اللہ نے المغنی میں واقدی پر خوب جرح و نقد کر دیا ہے جو اس کی منقولہ روایات کے عدم قبول کے لیے کافی ہے۔

## ۲۔ واقدی کا مسلک

اس کے بعد واقدی کے نظریاتی مسلک کے متعلق ایک خاص تائید مشہور شیعی مورخ کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن ندیم شیعی نے اپنی مشہور تالیف الفہرست لابن ندیم میں ص ۱۵۰ پر ''اخبار الواقدی''

---

[1] تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۳۶۴-۳۶۶ ج ۹ تحت محمد بن عمر الواقدی الاسلمی

[2] میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۱۱۰ ج ۳ طبع قدیم مصر تحت محمد بن عمر الواقدی الاسلمی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے کہ

((وکان یتشیع حسن المذھب، یلزم التقیة، وھو الذی روی ان علیا علیہ السلام کان من المعجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کالعصاء لموسی علیہ السلام واحیاء الموتٰی لعیسی ابن مریم علیہما السلام وغیر ذالك من الاخبار))[1]

''مطلب یہ ہے کہ ابن ندیم کے قول کے مطابق محمد بن عمر واقدی اچھے مذہب والا شیعہ بزرگ تھا اور تقیہ کو لازم کیے ہوئے تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے عصا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے لیے مردوں کو زندہ کرنا معجزہ تھا۔ نیز اس قسم کی دیگر اخبار بھی اس نے نقل کی ہیں۔''

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ چونکہ مورخ ابن ندیم خود شیعہ بزرگ ہے اس لیے واقدی کو اس نے ''حسن المذہب'' کہا ہے اور ''تقیہ کو لازم کرنا'' واقدی کی عمدہ صفت قرار دیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ابن ندیم شیعی کے قول کی روشنی میں واقدی عمدہ تقیہ باز شیعہ بزرگ تھا۔

## ۳۔ واقدی کا سیاسی نظریہ

نیز واقدی کے متعلق روایات میں یہ چیز دستیاب ہوتی ہے کہ سیاسی نظریات کے طور پر یہ بزرگ عباسی دور (ہارون الرشید وغیرہم) کا اپنے فن میں لائق فائق اور یگانہ فرد تھا اور اس دور میں اس کو دس ہزار درہم انعام ملا تھا۔ علاوہ ازیں اس پر بہت کچھ انعام واکرام ہوتا تھا۔[2]

واقدی عباسی دور کے خلفاء اور خصوصاً ان کے وزیر خالد بن یحییٰ برمکی کا خاص درباری تھا اور بعض اوقات قاضی بغداد بھی رہا۔ عموماً عباسی امراء بنو امیہ کے سیاسی طور پر سخت خلاف تھے[3] لیکن مامون بن ہارون الرشید کے متعلق تو تاریخوں میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ بعد میں شیعہ ہو گیا تھا۔[4] اور یہ چیز بھی مورخین نے واقدی کے متعلق تحریر کی ہے کہ

((ثم رجع الی بغداد فلم یزل بھا الی ان قدم المامون من خراسان فولاہ القضاء بعسکر المھدی فلم یزل قاضیا حتی مات ببغداد (۲۰۷ھ)))[5]

---

[1] الفہرست لابن ندیم ص ۱۵۰ تحت اخبار الواقدی

[2] طبقات ابن سعد ص ۳۱۴-۳۲۱ ج ۵ تحت محمد بن عمر الواقدی، طبع لیڈن

[3] الانتقاد علیٰ تمدن اسلامی (علامہ شبلی نعمانی) ص ۲۴، ۲۵۔

[4] دول الاسلام (ذہبی) ص ۹۴ ج ۱ تحت ۲۱۱ھ

العبر فی خبر من غبر (ذہبی) ص ۳۵۹ ج ۱ تحت ۲۱۱ھ طبع کویت

[5] طبقات ابن سعد ص ۷۷ ج ۷ تحت محمد بن عمر الواقدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فلہٰذا قرین قیاس یہ ہے کہ بنو امیہ کی مذمت میں ان ہوا خواہ افراد نے اپنے امراء کی خوشنودی میں خوب روایات تالیف کیں اور اسی ضمن میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہما کے خلاف مرویات بھی اسی سلسلے کے باقیات میں سے ہیں۔

پس جو روایات ان لوگوں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اور ان کی تنقیص میں دستیاب ہوتی ہیں ان کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ (اس چیز کو ناظرین کرام ہمیشہ خوب ملحوظ رکھیں۔ یہ ہماری ملّی تاریخ کا اصولی اور بنیادی ضابطہ ہے)۔

## ۴۔ مرویات واقدی کا درجہ

بعض لوگ اس مقام پر اگر یہ شبہ پیدا کرنا چاہیں کہ مندرجات بالا کی روشنی میں تو واقدی کی تمام مرویات اور روایات قابل رد ہوئیں اور متروک ٹھہریں حالانکہ اہل علم اس کی روایات کو قبول کرتے ہیں اور اپنی تصانیف میں جگہ دیتے ہیں، جیسا کہ اس پر واقعات شاہد ہیں تو پھر اس دورخی پالیسی کا کیا مطلب ہے؟

اس کے متعلق ازالہ شبہ کے درجے میں عرض ہے (اور اس چیز کو کبار علماء خوب جانتے ہیں) کہ واقدی بزرگ ہو یا کوئی دوسرا شخص، ان کی روایات کے مقبول ہونے کے لیے عند العلماء قاعدہ یہ ہے کہ دیگر اکابر محدثین اور بااعتماد مورخین کی جانب سے ان چیزوں کی توثیق اور موافقت پائی جائے اور کسی ضابطہ شرعی اور آئین اسلامی کے خلاف بھی نہ ہوں تو ان کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ان کو اخذ کرنا درست ہے۔ اور جہاں واقدی وغیرہ ان اشیاء میں متفرد ہوں اور ان کا کوئی متابع بھی نہ پایا جائے تو وہ چیزیں قابل اعتماد اور لائق قبول نہیں ہوتیں۔ اب اس ضابطہ کو معلوم کر لینے کے بعد مذکورہ شبہ زائل ہو جائے گا اور اہل علم حضرات کے طریق کار پر اعتراض وارد نہ ہوگا۔

مختصر یہ ہے کہ اس نوع کی روایات کے رد و قبول کے متعلق علماء نے اپنے اپنے مقام پر قاعدے اور ضابطے ذکر کر دیے ہیں۔ مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے تسلی کی جا سکتی ہے، عبارات نقل کرنے میں تطویل ہوتی ہے:

فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للعراقی (سخاوی) ص ۲۴۹-۲۵۰ ج ۱ تحت بحث ہذا

تدریب الراوی شرح تقریب النووی (سیوطی) تحت النوع ۲۱ ص ۱۸۰

شرح نخبۃ الفکر ص ۵۵ تحت بحث ہذا طبع مجتبائی دہلی۔

## ایک اعجوبہ

معترض دوستوں کے ایک طبقہ (قرامطہ) کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے بیت اللہ سے حجر اسود اکھاڑ لیا تھا اور اپنے علاقے میں لے گئے تھے اور پھر ایک مدت کے بعد زر کثیر وصول کر کے واپس کیا تھا۔ حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے معترض لوگوں نے منبر نبوی کے ملک شام لے جانے کے متعلق جو قصہ تصنیف کیا ہے وہ اگرچہ سراسر بے بنیاد ہے لیکن اگر بالفرض اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو انھوں نے منبر نبوی کو اپنی جگہ سے ہٹانے کے بعد پھر وہیں نصب کر دیا اور غلاف پوشی کی مگر یہ لوگ تو آثار اسلامی یعنی ''حجر اسود'' کو اپنے مقام سے اکھیڑ کر اپنے علاقے میں لے گئے تھے اور خرق عادت کسی چیز کا ظہور نہ ہوا۔ نہ زلزلہ آیا نہ شمس وقمر بے نور ہوئے اور نہ پہاڑوں ہی میں جنبش ہوئی۔

معترض دوستوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن قائم کرنے سے پہلے اپنے ایک طبقہ کے لوگوں پر توجہ کرنی چاہیے تھی جو ''آثار اسلامی'' کی توہین کے مرتکب ہوئے اور انھوں نے اپنی خست طبع کا مظاہرہ کیا اور کافرانہ کردار ادا کیا۔ شیعوں کے فرقہ اسماعیلیہ میں یہ قرامطہ ہیں انھوں نے ۳۱۷ھ میں حجر اسود کے ساتھ جو اہانت کا معاملہ کیا تھا اور حجر اسود کو بائیس سال کے بعد زر کثیر کے عوض واپس کیا تھا اس کی تفصیلات مندرجہ ذیل مقامات پر ملاحظہ فرمائیں:

① کتاب دول الاسلام (ذہبی) ص ۱۴۰-۱۴۱ ج ۱ تحت ۳۱۷ھ طبع حیدر آباد

② البدایہ (ابن کثیر) ص ۱۶۰، ۱۶۱ ج ۱۱ تحت ۳۱۷ھ طبع اول مصر

③ البدایہ (ابن کثیر) ص ۲۲۳ ج ۱۱ تحت ۳۳۹ھ طبع اول مصر

④ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۲۰ ج ۵ باب دخول مکہ

⑤ تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۵، ۱۶، ۱۹ طبع سہیل اکیڈمی لاہور، تحت باب اول در کیفیت حدوث مذہب تشیع وانشعاب آں

## (۲) منبر پر دیکھو تو قتل کر دو

اور بعض دیگر روایات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس طرح پایا جاتا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

① ((اذا رأیتموہ علی المنبر فاقتلوہ))

اور اس طرح بھی روایات میں دستیاب ہوتا ہے کہ

② ((اذا رأیتم معاویۃ بن ابی سفیان یخطب علی منبرہ فاضربوا عنقہ۔ قال الحسن فما فعلوا فلا افلحوا))

اس مضمون کی کئی روایات بعض کتب میں پائی جاتی ہیں جن کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والے لوگوں میں تنفر کی فضا قائم کرتے ہیں اور اپنے بغض وعناد کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ روایات بالکل جعلی اور بے اصل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## الجواب

مندرجہ بالا روایات کے کذب و افترا ہونے پر علماء نے سابقاً کلام کر دیا ہے۔ ہم اس پر ذیل میں روایتاً اور درایتاً نقد ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے ان روایات کا دروغ محض ہونا واضح ہو جائے گا۔

## روایتاً نقد

مندرجہ بالا روایت کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی مشہور تصنیف تاریخ الصغیر میں اس روایت کے بے اصل ہونے پر عمدہ جرح کر دی ہے چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ

۱۔ ((وھذا مدخول لم یثبت))

۲۔ ((وھذا واہ))[1]

''یعنی روایت میں یہ الفاظ زبردستی داخل کیے ہیں اور درجہ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ نیز فرمایا کہ یہ روایت بے اصل ہے (ثابت نہیں)۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اعمش رحمہ اللہ سے اسی مقام پر نقل کیا ہے کہ

((انه قال نستغفر الله من اشياء كنا نرويها على وجه التعجب اتخذوها دينا))

''یعنی اعمش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! جن روایات کو ہم تعجب کے طور پر نقل کرتے تھے لوگوں نے ان کو دین بنا لیا۔''

اور دوسری روایت جو حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اسے ایک مقام پر منسوب کرنے والا عمرو بن عبید معتزلی ہے۔ عمرو بن عبید معتزلی کے متعلق علماء نے تصریح کر دی ہے کہ یہ شخص روایت میں جھوٹ بولتا تھا۔ کان عمرو یکذب فی الحدیث ابن عون کہتے ہیں کہ مالنا والعمرو۔ عمرو یکذب علی الحسن یعنی ابن عون کہتے ہیں کہ عمرو جناب حسن بصری رحمہ اللہ پر جھوٹ لگاتا تھا۔

((قيل لايوب ان عمرو بن عبيد روى عن الحسن ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأيتم معاوية على المنبر فاقتلوه۔ فقال كذب عمرو))

''یعنی ایوب سے کہا گیا کہ عمرو بن عبید حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم منبر پر معاویہ کو دیکھو تو قتل کر دو۔ تو ایوب نے کہا کہ عمرو بن عبید نے جھوٹ کہا۔''

نیز علماء نے ذکر کیا ہے کہ اس دور کے اہل علم فرماتے تھے:

---

[1] تاریخ الصغیر (امام بخاری) ص ۶۸-۶۹ تحت عصر من بین الستین الی السبعین، طبع اول قدیم الہ آباد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



((لا تأخذ عن هذا شيء فانه يكذب على الحسن))

''یعنی عمرو بن عبید سے روایت کے بارے میں کوئی چیز نہ لو۔ یہ شخص حسن بصری رحمہ اللہ پر جھوٹ لگاتا ہے۔''[1]

خلاصہ یہ ہے کہ منبر پر قتل کی روایت جو حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ پر افترا ہے، جھوٹ ہے۔ انھوں نے ایسی کوئی روایت نہیں ذکر کی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ صغیر میں اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ بغداد میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔

③ اس مقام پر مضمون مذکورہ بالا کی روایت نصر بن مزاحم منقری نے اپنی مشہور تصنیف ''وقعۃ الصفین'' میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے

((قالا: قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم معاوية بن أبى سفيان يخطب على منبرى فاضربوا عنقه۔ قال الحسن فما فعلوا ولا افلحوا))[2]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب معاویہ بن ابی سفیان کو میرے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھو تو اس کی گردن مار دو۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے اس پر عمل نہ کیا اور انھوں نے فلاح نہ پائی۔''

## جرح ونقد

یہ اس مضمون کی تیسری روایت ہے جو منقری نے اپنی سند کے ساتھ کتاب ''وقعۃ الصفین'' میں ذکر کی ہے۔ اس پر ہم مختصر سا کلام کرنا چاہتے ہیں، ناظرین کرام توجہ فرمائیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ تحت ترجمہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس روایت کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک شخص حکم بن ظہیر راوی ہے۔ وهو متروك (وہ محدثین کے نزدیک متروک ہے اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی)۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق یہ بھی فرماتے ہیں کہ وهذا الحديث كذب بلا شك۔[3] یعنی یہ روایت بلا شک دروغ محض ہے۔

اور ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ نے اپنے تذکرہ الموضوعات میں اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ

---

[1] تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۱۲ ص ۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲ تحت ترجمہ عمرو بن عبید معتزلی
البدایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۳ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ

[2] وقعۃ الصفین (نصر بن مزاحم منقری المتوفی ۲۱۲ھ) تحت ماورد من الاحادیث فی شان معاویہ

[3] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۳ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



((اذا رأيتم معاوية على منبرى فاقتلوه فيه الحكم بن ظهير الفزاري وهو يضع وسرقته منه عباد بن يعقوب الرواجنى وهو من غلاة الروافض))[1]

''یعنی یہ روایت کہ میرے منبر پر جب تم معاویہ کو دیکھو تو اسے قتل کر دو، اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری ہے، وہ روایت کو وضع (تصنیف) کر لیا کرتا ہے اور حکم بن ظہیر سے عبادہ بن یعقوب رواجنی نے روایت کو سرقہ کیا ہے اور وہ غالی رافضیوں میں سے ہے)۔''

نصر بن مزاحم منقری کے متعلق بقدر ضرورت تشریح کی جاتی ہے۔ اس کے معلوم کر لینے کے بعد اس کی موجودہ روایت سمیت تمام مرویات کا درجہ اعتماد سامنے آ جائے گا کہ یہ شخص کس قسم کا بزرگ ہے اور اس کی مرویات قابل قبول ہیں یا نہیں؟

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ منقری نے کتاب ''وقعۃ الصفین'' واقعہ صفین کے متعلق لکھی ہے۔ اس کتاب میں ایک مستقل فصل تحریر کی ہے جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت اور تنقیص شان کے متعلق مرفوع اور مرسل روایات جمع کی ہیں اور ساتھ ہی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال فراہم کیے ہیں۔ کتاب ہذا کی صرف یہی ایک فصل دیکھ لینے سے نصر بن مزاحم منقری کا مذہب اور مسلک واضح ہو جاتا ہے۔ یہ بزرگ نہایت درجے کا بد زبان رافضی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف مطاعن تالیف کرنا اس کا نصب العین ہے۔ اس شخص کے متعلق اہل سنت اور شیعہ علماء کے صرف چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں جن سے اس کا مذہب و مسلک واضح ہو رہا ہے۔ اس کی مرویات ہم پر کچھ حجت نہیں اور کسی درجے میں قابل قبول نہیں۔

① علامہ عقیلی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں مندرجہ ذیل الفاظ اس کے حق میں ذکر کیے ہیں:

((كان يذهب الى التشيع وفى حديثه اضطراب وخطاء كثير))[2]

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے متعلق لسان المیزان میں اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ رافضی ہے اور متروک ہے اور کذاب ہے زائغ الحدیث ہے۔ قال العجلى رافضى غال۔[3]

③ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ بغداد ج ۱۳ میں لکھا ہے کہ منقری پختہ رافضی تھا۔

④ اور شیعہ کے علمائے تراجم نے مندرجہ ذیل الفاظ میں منقری کے شیعہ ہونے کی توثیق کی ہے۔ شیخ

---

[1] تذکرۃ الموضوعات (ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی) ص ۶ (تحت الروایہ)

[2] کتاب الضعفاء الکبیر (عقیلی) ص ۳۰۰ ج ۴ تحت نصر بن مزاحم المنقری

[3] لسان المیزان (ابن حجر) ص ۱۵۷ ج ۶ تحت نصر بن مزاحم المنقری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبداللہ مامقانی لکھتے ہیں

''منقری مستقیم الطریقت تھا اور صالح الامر تھا۔ اس نے بہت سی تصانیف کی ہیں مثلاً کتاب الجمل، کتاب الصفین اور کتاب نہروان اور مقتل حسین وغیرہ وغیرہ۔ اور لکھا ہے کہ یہ شخص ممدوح ہے اور بلاشبہ امامی ہے اور بااعتماد ہے، صحیح النقل ہے وغیرہ وغیرہ۔''[1]

## درایت کے اعتبار سے

روایات پر سند کے اعتبار سے بحث کرنے کے بعد اب باعتبار درایت کلام پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مقام پر ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے حکم سے شام کے علاقے میں امیر بنایا گیا اور آپ کم وبیش دس سال امیر شام رہے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک بھی ان کو منبر پر قتل کرنے کے لیے نہیں اٹھا جو ان کا منبر پر خاتمہ کر دیتا۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کی مذکورہ بالا روایات بے اصل ہیں، ان کے لیے کوئی اصل نہیں اور نہ اس نوع کا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کسی ایک صحابی کے حق میں موجود ہے ورنہ اس فرمان نبوی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور عمل کرتے۔

((وقد ادرك اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم معاوية اميرا فی زمان عمر بأمر عمر وبعد ذالك عشر سنين فلم يقم اليه احد فيقتله۔ وهذا مما يدل على هذه الاحاديث ان ليس لها اصول ولا يثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبره على هذا النحو فی احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)) [2]

اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں اس روایت کے بے اصل ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

((ولو كان صحيحا لبادر الصحابة الى فعل ذالك، لانهم كانوا لا تأخذهم فی الله لومة لائم)) [3]

''یعنی اگر یہ فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام صحیح ہوتا تو اس پر عمل کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلدی کرتے، اس لیے کہ ان کو دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہیں ہوتا تھا۔''

---

[1] تنقیح المقال فی علم الرجال (شیخ عبداللہ مامقانی شیعی) ص ۲۶۹-۲۷۰ تحت نصر بن مزاحم الکوفی المنقری (طبع تہران)

[2] تاریخ الصغیر (امام بخاری) ص ۶۸-۶۹ طبع اول قدیم، الہ آباد تحت عصر من بین الستین الی السبعین

[3] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۳ ج ۸ تحت ترجمہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن کثیر رحمہ اللہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور کو بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پایا ہے۔ مثلاً حضرت اسامہ بن زید، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت مسلمہ بن مخلد، حضرت ابوسعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوامامہ، حضرت انس بن مالک وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ پھر لکھا ہے کہ یہ حضرات ہدایت کے چراغ تھے، علم دین کے ظروف تھے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نازل ہوتے دیکھنے والے تھے اور دین کی تبدیلی (جاہلیت سے اسلام کی طرف) ان کے سامنے ہوئی تھی اور اسلام سے انھوں نے دین میں وہ معرفت حاصل کی جو دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکی اور قرآن کے معانی کو انھوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔

فلہٰذا یہ حضرات دین میں ہر طرح کامل تھے اور اطاعت نبوی میں بعد میں آنے والوں لوگوں سے فائق تھے۔ یہ تمام صحابہ کرام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان سے بیعت کرنے کے بعد ان کے ساتھ ہو گئے تھے کسی صاحب نے کوئی مخالفانہ رویہ اختیار نہیں کیا تھا چہ جائیکہ یہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منبر پر قتل کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے اور وہ قول جو روایت میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے "قال الحسن فما فعلوا ولا افلحوا" یہ کلمہ دروغ بے فروغ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عام الجماعۃ کے بعد اتفاق کر کے دین کے فروغ کے لیے جدوجہد کی اور ہر مرحلے میں کامیاب اور فتح یاب ہوئے۔

اندریں حالات یہ کہنا کہ انھوں نے فلاح نہیں پائی اور فتح انھیں نصیب نہیں ہوئی یہ سب منقری کے اکاذیب میں سے ہے۔ اس بے چارے کو صحابہ کرام اور اسلام کی ترقی سے دلی عناد تھا اس بنا پر ایسی روایات اپنی تصانیف میں بھرتا چلا گیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ منبر پر قتل کی روایات روایتاً و درایتاً بے اصل ہیں مقام طعن میں ان کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

③ طعن کرنے والے لوگوں کا طریق کار یہ ہے کہ جہاں کہیں روایات میں بنو امیہ کی مذمت اور ان کے خلاف مواد پایا جائے اسے فراہم کر کے عوام میں نفرت کی فضا قائم کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ان روایات میں بنو امیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء مذکور نہ ہوں تب بھی ان روایات کا محمل اور مصداق ان چند اموی صحابہ کو قرار دے کر مطعون کرنے اور ان کو مبغوض ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں کئی روایات کتابوں میں پائی جاتی ہیں ان کو مطاعن صحابہ میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام کی بعض روایات میں اس طرح ہے کہ حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور منصب خلافت ان کو تفویض کر دیا اس وقت ایک شخص نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عار دلانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے طور پر کہا ''اے مومنوں کے چہروں کو سیاہ کر دینے والے! تو نے اس شخص کی بیعت کر لی؟ (یعنی معاویہ بن ابی سفیان کی بیعت کر لی)۔''

تو روایت میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں مندرجہ ذیل روایت ذکر کی:

نبی اقدس ﷺ کو خواب میں دکھلایا گیا کہ آنجناب ﷺ کے منبر پر بنی امیہ چڑھ رہے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ آنجناب ﷺ نے دیکھا کہ بنو امیہ آنجناب ﷺ کے منبر پر یکے بعد دیگرے خطبہ دے رہے ہیں اور بعض روایات کے اعتبار سے ہے کہ یوں دکھلایا گیا کہ بنو امیہ آنجناب ﷺ کے منبر پر چڑھتے اور اترتے ہیں جیسے کہ بندر نیچے اوپر کودتا ہے، تو آنجناب ﷺ کو یہ چیز شاق گزری اور مکروہ معلوم ہوئی۔

بقول بعض روایات اس کے بعد آنجناب ﷺ کبھی کھل کر نہیں ہنسے اور اس پریشانی کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو سورتیں نازل ہوئیں اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ روایت کرنے والوں میں سے بعض راوی کہتے ہیں کہ ہم نے الف شہر کو شمار کیا تو وہ بنی امیہ کے عہد امارت کے بالکل موافق ٹھہرا۔

مطلب یہ ہے کہ معترض لوگوں نے اس روایت کے اعتبار سے بنی امیہ کی خلافت و امارت کو نبی کریم ﷺ کے نزدیک قبیح اور مکروہ قرار دیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنجناب ﷺ کے نزدیک یہ تمام دور امارت ناپسندیدہ اور قابل نفرت ہے اور بنو امیہ کے تمام امراء آنجناب ﷺ کے نزدیک مبغوض و مکروہ ہیں اور مندرجہ روایات کے عموم الفاظ (بنو امیہ) کے اعتبار سے حضرت عثمان، عتاب بن اَسید اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم بھی ان میں شمار و شریک ہیں۔ فلہٰذا یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس زمرہ میں شامل ہیں۔

## الجواب

اس مقام پر یہ چیزیں ان روایات کی تحقیق کے سلسلے میں پیش کی جاتی ہیں، ان کو پیش نظر رکھنے سے تجویز کردہ طعن کا ازالہ ہو سکے گا۔ اس بحث کے تمام مندرجات پر انصاف کے ساتھ نظر غائر فرمائیں تو امید ہے کہ اطمینان کا باعث ہوگا:

① پہلی گزارش یہ ہے کہ پیش کردہ روایات میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے، یہ متعدد واقعات نہیں اور ایک ہی خواب سے متعلق ہے۔ اسی ایک واقعہ کو رواۃ نے اپنی مختلف تعبیرات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

② دوسری چیز یہ ہے کہ طعن کو مضبوط کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اثبات طعن کے لیے جو مواد پیش کیا جائے وہ عند الخصم اپنی جگہ پر صحیح ہو اور وہ واقعات کے برخلاف نہ پایا جائے۔

اس صورت حال کے پیش نظر ہم پہلے اس واقعہ کی روایات پر باعتبار سند کلام کرتے ہیں اور پھر اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



متعلق اکابر علماء کے بیانات پیش کریں گے اور اس کے بعد باعتبار درایت کلام کیا جائے گا۔ تاکہ طعن ہذا کے ثبوت اور عدم ثبوت کا درجہ واضح ہو سکے اور اس اعتراض کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے۔

## روایت کے اعتبار سے کلام

اس مقام پر بعض روایات کی سند میں ایک راوی ابو الخطاب جارودی ہے۔

### ① ابو الخطاب جارودی

اس شخص کو اسماء الرجال میں زیدی شیعوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا نام سہیل بن ابراہیم ہے۔ چنانچہ شیعہ علماء نے لکھا ہے کہ

((الجارودية فرقة من زيدية نسبت الى الجارود))[1]

اور ہمارے علماء نے ابو الخطاب جارودی کے متعلق لکھا ہے کہ

((قال ابن حبان يخطئ و يخالف)) [2]

''یعنی یہ اپنی مرویات میں خطا کرتا ہے اور معروف روایات کا خلاف کرتا ہے۔''

اور اسی سند میں ایک راوی قاسم بن فضل حدانی ہے اس کی کنیت ابو مغیرہ بصری ہے۔

### ② قاسم بن فضل حدانی

اس شخص کے متعلق علمائے رجال نے لکھا ہے کہ

((رمى بالارجاء قال يحيىٰ بن سعيد ذاك منكر قال يحيىٰ القطان كان منكرا)) [3]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ

((ذكره ابن عمرو العقيلى فى الضعفاء)) [4]

اور قاسم بن فضل حدانی اس روایت کو یوسف بن ماذن سے نقل کرتا ہے۔ اس شخص یوسف کو بعض مقامات پر یوسف بن سعد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

### ③ یوسف بن مازن

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف بن مازن رجل مجہول ہے۔ اور علماء نے یہاں یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ اس کی جہالت باعتبار ذات کے نہیں بلکہ باعتبار صفات و احوال کے ہے، اور اس کی روایت کا جو درجہ

---

[1] منتہی المقال ص ۴۲۶-۲۰۸ طبع قدیم ایران (تحت تشریح فرقہ الجارودیہ)

[2] لسان المیزان (ابن حجر عسقلانی) ص ۱۲۴ ج ۳ طبع دکن

[3] تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۳۲۹ ج ۸ تحت قاسم بن فضل

[4] میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۳۴۲ ج ۲ تحت قاسم بن فضل۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے وہ عنقریب ہم علماء کے بیانات کے تحت ذکر کر رہے ہیں (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

اسی روایت (صعود علی المنبر) کے راویوں میں موسیٰ بن اسمٰعیل ہے۔

### ④ موسیٰ بن اسمٰعیل

اس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

((وتكلم الناس فيه قلت نعم تكلموا فيه بانه ثقة ثبت اما رافضى))[1]

''مطلب یہ ہے کہ یہ شخص ثقہ تو ہے لیکن رافضی ہے۔''

اس روایت کے بعض اسانید میں محمد بن اسحاق صاحب المغازی ہے۔

### ⑤ محمد بن اسحاق صاحب المغازی

اس شخص کے متعلق جرح وتعدیل کے دونوں پہلو علمائے رجال نے ذکر کیے ہیں اور یہاں تک لکھا ہے کہ

((صدوق مشهور بالتدليس عن الضعفاء والمجهولين وعن شرمنهم وصفه بذالك احمد والدارقطنى وغيرهما))[2]

اور حواشی نصب الرایہ میں مذکور ہے کہ

((قال النووى فى شرح المهذب ج۵ ص ۱۳۳، اسناده ضعيف فيه محمد بن اسحاق صاحب المغازى وهو مدلس واذا قال المدلس "عن" لا يتحج به۔ انتهى كلامه))[3]

اور روایت مذکور کے بعض اسانید میں سری بن اسمٰعیل بجلی ہمدانی کوفی راوی ہے۔

### ⑥ سری بن اسمٰعیل

اس راوی کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ

((هو متروك الحديث..... قال الدارمى عن ابن معين ليس بشىء قال الآجرى عن أبى داود ضعيف متروك الحديث قال ابن حبان كان يقلب الأسانيد ويرفع المراسيل[4] قال النسائى متروك الحديث وقال غيره ليس

---

[1] میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۲۰۸ ج ۳ تحت موسیٰ بن اسمٰعیل، طبع قدیم مصری

[2] طبقات المدلسین (ابن حجر عسقلانی) ص ۱۹

[3] حواشی نصب الرایہ ص ۲۵۱ ج ۲ باب الجنائز۔

[4] تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۴۵۹-۴۶۰ ج ۳ تحت سری بن اسمٰعیل



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بشيء قال أحمد ترك الناس حديثه))[۱]

روایت مذکور میں ایک اور راوی سفیان بن لیل ہمدانی کوفی ہے۔

## ⑦ سفیان بن لیل

اس کے متعلق علمائے رجال نے درج ذیل نقد اور جرح ذکر کی ہے:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ

((قال العُقيلي كان ممن يغلو في الرفض لا يصح حديثه قال ابو الفتح الازدي سفيان مجهول والخبر منكر))[۲]

''اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سفیان ہمدانی کوفی غالی رافضی ہے، اس کی روایت صحیح نہیں اور یہ سخت مجہول ہے اور اس کی روایت منکر ہے یعنی معروف روایات کے خلاف ہے۔''

اس روایت کی بعض اسانید میں محمد بن حسن بن زبالہ مخزومی ایک راوی ہے۔

## ⑧ محمد بن حسن بن زبالہ

اس راوی کے متعلق علماء نے درج ذیل نقد ذکر کیا ہے:

((قال ابن معين والله ما هو بثقة قال هاشم بن مرثد عن ابن معين كذاب، خبيث لم يكن بثقة ولا مامون يسرق الاحاديث قال ابوزرعة واهی الحديث قال النسائي لا يكتب حديثه قال احمد بن صالح كتبت عنه مائة الف حديث ثم تبين لي انه كان يضع الحديث فتركت حديثه))[۳]

اور علامہ عقیلی رحمہ اللہ نے ابن زبالہ کے متعلق مندرجہ ذیل کلام کیا ہے:

((كان يسرق الحديث كان كذابا ولم يكن بشيء عنده مناكير))[۴]

اور آیت الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ کے تحت جو روایات پیش کی جاتی ہیں اور اس سے مراد بنو امیہ لیتے ہیں اس کی سند میں یہی بزرگ (محمد بن حسن بن زبالہ ثنا عبدالمہیمن بن عباس) ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس پر سخت تنقید کر دی ہے جو عدم قبولیت کے لیے کافی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

---

۱ میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۳۷۰ ج ۱، تحت سری بن اسمٰعیل

۲ میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۳۹۷ ج ۱ تحت سفیان بن اللیل
لسان المیزان (ابن حجر) ص ۵۳-۵۴ ج ۳ تحت سفیان بن اللیل

۳ تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۱۱۶ ج ۹ تحت محمد بن حسن بن زبالہ

۴ الضعفاء (عقیلی) ص ۵۸ ج ۴ تحت محمد بن حسن بن زبالہ المخزومی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



((وهذا السند ضعيف جدا فان محمد بن الحسن بن زبالة متروك وشيخه أيضًا ضعيف بالكلية)) (تفسیر ابن کثیر جلد ثالث تحت الآیہ)

اور اسی طرح روایت ہذا کے دیگر اسناد میں عبدالمہیمن بن عباس بن سہل ایک راوی ہے جو محمد بن حسن کا استاد ہے۔

⑨ عبدالمہیمن بن عباس بن سہل

اس شخص کے متعلق علمائے رجال نے لکھا ہے کہ

((قال ابن معين هو ضعيف قال البخاری منكر الحديث قال النسائی ليس بثقة قال ابن حبان لما فحش الوهم فی روايته بطل الاحتجاج به قال علی بن جنيد ضعيف الحديث روی عن اباءه الحاديث منكرة۔ لاشیء))[1]

⑩ علی بن زید بن جدعان

اور بعض مرویات کے اسناد میں ایک شخص علی بن زید بن جدعان ہے۔ اس کو علماء نے ضعیف لکھا ہے۔[2]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

((قال شعبة وكان رفاعا وكان ابن عيينة يضعفه قال حماد بن زيد كان يقلب الاحاديث عن يزيد بن ربيع قال كان علی بن زيد رافضيا عن يحيی ليس بشیء كان يتشيع قال البخاری وابو حاتم لا يحتج به)) [3]

اسی طرح روایت مذکورہ بالا کے بعض دیگر اسانید میں متعدد افراد قابل نقد و جرح ہیں لیکن ان میں سے صرف ایک پر مختصر سا کلام درج ذیل ہے اور روایت پر جرح کے لیے یہی کافی ہے:

① ابو جحاف

اس شخص کا نام داود بن ابی عوف ہے۔ اس کے متعلق ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

((وهو من غالية اهل التشيع وعامة حديثه فی اهل البيت وهو عندی ليس

---

[1] الضعفاء (عقیلی) ص ۱۱۴-۱۱۵ ج ۳ تحت عبدالمہیمن بن عباس
میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۶۷۱ ج ۲ تحت عبدالمہیمن، طبع بیروت
تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۴۳۲ ج ۶ تحت عبدالمہیمن بن عباس

[2] البدایہ ص ۲۴۳ ج ۶ تحت الاخبار عن خلفاء بنی امیہ جملہ من جملہ

[3] میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۳ ص ۱۲۷-۱۲۸ تحت علی بن زید بن جدعان، طبع بیروت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بالقوی ولا ممن یحتج به فی الحدیث))[1]

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابن عدی رحمہ اللہ لکھا ہے کہ

((لیس هو عندی ممن یحتج به شیعی عامة یرویه فی فضائل اهل البیت))[2]

## حاصل کلام

روایت ہذا کے اسناد پر نقد و جرح کے سلسلے میں ہم نے چند ایک راویوں پر مختصر سا کلام علمائے رجال کے حوالہ جات سے ذکر کر دیا ہے۔ اس روایت کے تمام اسانید کو فراہم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ القلیل یدل علی الکثیر۔

جو اسانید ہمارے سامنے آئے ہیں ان پر نقد و جرح کی ہے اور سقم روایت کے لیے اس میں کفایت ہے اور صحیح روایت کے اوصاف وشرائط یہاں نہیں پائے گئے فلہٰذا اس روایت کو عند المحدثین صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔ خاص طور پر جب کہ بعض رواۃ شیعہ ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف مذہب کی روایات کو نشر کرنا اپنا مسلک سمجھتے ہیں فلہٰذا ایسے رواۃ کی روایت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مذمت اور تنقیص میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔

## روایت ہذا کے متعلق اکابر علماء کے بیانات

گزشتہ سطور میں روایت مذکورہ بالا کے اسانید کے متعلق بقدر ضرورت ناقدانہ گفتگو ذکر کی ہے اور اس مضمون کی جو روایات تا حال دستیاب ہو سکی تھیں ان کی سند پر بقدر کفایت نقد ذکر دیا ہے۔ اب اس کے بعد اس روایت کے متعلق اکابر علماء کی تنقیدات اور ان کے ناقدانہ بیانات ایک ترتیب سے ذکر کیے جاتے ہیں۔ علمائے کرام کے ان بیانات سے روایت کے عدم قبولیت کا درجہ واضح ہے۔

① مشہور محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت ہذا نقل کرنے کے بعد یہ تحریر کیا ہے کہ

((هذا حدیث غریب لا نعرفه الامن هذا الوجه من حدیث القاسم بن الفضل وقد قیل عن القاسم بن الفضل عن یوسف بن مازن والقاسم بن الفضل الحدانی هو ثقة یحیی بن سعید و عبدالرحمن بن مهدی ویوسف بن سعد رجل مجهول ولا نعرف هذا الحدیث علی هذا اللفظ الا من هذا

---

[1] الکامل (ابن عدی) ص ۹۵۱ ج ۳ تحت ابی الجحاف داود بن ابی عوف۔

[2] میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۱۸ ج ۲ تحت داود بن ابی عوف، طبع بیروت
الضعفاء (عقیلی) ص ۳۷ ج ۲ تحت داود بن ابی عوف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الوجه))[1]

اس مقام پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ روایت ہذا غریب ہے اور قاسم بن فضل کے ذریعے ہی سے اس کی معرفت ہوئی ہے۔ اس شخص کے بغیر معروف نہیں ہو سکی۔ اور پھر بعض دفعہ قاسم مذکور یوسف بن مازن سے نقل کرتا ہے اور بعض دفعہ یوسف بن سعید سے۔ اور یہ یوسف رجل مجہول ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ صرف اسی ایک واسطہ سے ہمیں معلوم ہوئی ہے۔

② علامہ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ نے اس روایت پر گفتگو کی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تحقیق نقل کرنے کے بعد مزید چیزیں بھی ذکر کی ہیں اور لکھا ہے کہ

((رواه ابن جرير من طريق القاسم بن الفضل عن يوسف بن مازن كذا قال وهذا يقتضى اضطرابا فى الحديث والله اعلم ثم هذا الحديث على كل تقدير منكر جدا۔ قال شيخنا الامام الحافظ الحجة ابو الحجاج المزى هو حديث منكر))[2]

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ کے دوسرے مقام پر اس روایت پر بحث کرتے ہوئے یہ بات ذکر کی ہے کہ

((وقد سألت شيخنا الحافظ ابو الحجاج المزى رحمه الله عن هذا الحديث فقال و حديث منكر))[3]

مطلب یہ ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی تصریحات اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیانات نے واضح کر دیا کہ یہ روایت غریب ہے اور منکر جداً ہے یعنی معروف روایات کے خلاف پائی جاتی ہے اور سوا اس ایک واسطہ کے کسی دوسرے صحیح طریقے سے دستیاب نہیں ہوتی۔

③ مشہور محدث ابن جوزی رحمہ اللہ نے العلل المتناہیہ میں اس روایت کو اپنی سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد اس پر نقد کیا ہے اور اس روایت کے عدم صحت کا قول کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

((هذا حديث لا يصح، واحمد بن محمد بن سعيد هو ابن عقدة قال الدارقطنى كان رجل سوء قال ابن عدى رأيت مشائخ بغداد يسيئون اثنا

---

[1] جامع ترمذی ص ۴۸۴ ابواب التفسیر تحت سورۃ القدر، طبع لکھنؤ

[2] تفسیر ابن کثیر ص ۵۳۰ ج ۴ تحت سورۃ القدر

البدایہ والنہایہ ص ۱۸-۱۹ ج ۸ تحت تذکرہ خلافۃ الحسن

[3] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۴۴ ج ۶ تحت ذکر الاخبار عن خلفاء بنی امیہ جملہ من جملہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علیه ویقولون لا یتدین بالحدیث ویحمل شیوخنا بالکوفة علی الکذب ویسوی لهم نسخا ویأمرهم بروایاتها واکثر رجال هذا الاسناد مجاهیل))[1]

نیز اس روایت کے بعض اسانید میں ابن عقدہ ہے اس پر علمائے رجال نے مفصل ناقدانہ کلام کیا ہے۔ یہ شخص زیدی جارودی شیعہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف مثالب و معائب املا کراتا تھا۔ حاشیہ میں چند ایک حوالے درج کر دیے ہیں تا کہ اہل علم رجوع کر سکیں۔ اس قسم کے بزرگ کی روایت اس مقام پر قبول نہیں ہو سکتی۔

④ اور حاکم نے مستدرک میں یہ روایت قاسم بن الفضل عن یوسف بن مازن نقل کی ہے۔ اس پر تلخیص میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے نقد کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

((وما ادری آفة من أین؟))

''یعنی علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ آفت نہیں معلوم کہاں سے آئی؟''

مطلب یہ ہوا کہ وہ اس روایت کے مضمون کو صحیح نہیں سمجھتے لیکن متعین طور پر کسی شخص پر نقد کرنے میں متردد نظر آتے ہیں۔

⑤ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مظہری میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس پر وہی نقد و جرح ذکر کی ہے جو امام ترمذی اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ

((قال الترمذی غریب و قال المزی وابن کثیر منکرا جدا))[2]

مختصر یہ ہے کہ مذکورہ روایت کے متعلق کبار علماء نے اپنی اپنی عبارات میں نقل کر دیا ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور کوئی مشہور و متداول نہیں اور منکر ہے (معروف روایات کے خلاف ہے) اور منکر جداً ہے، نکارت رفع نہیں ہو سکی اور بعض علماء اس روایت کی عدم صحت کا قول بھی کرتے ہیں، اس کے راویوں میں بعض رجل سوء موجود ہیں اور بعض رجل مجہول ہیں اور اس کے مضمون کو ''آفت و بلا'' سے تعبیر کیا ہے۔

---

[1] العلل المتناہیہ (ابن جوزی) ص ۲۹۴ ج ۱ تحت حدیث آخر فی ذم بنی امیہ

[2] میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۶۵ ج ۱ تحت احمد بن محمد بن سعید ابن عقدہ، طبع مصر قدیم

لسان المیزان ص ۲۶۶ ج ۱ تحت احمد مذکور

البدایہ والنہایہ ص ۷۸ ج ۶ تحت روایت ردشمس

تراجم رجال شیعہ کتب ملاحظہ ہوں۔ یہ زیدی شیعہ اور جارودی شیعہ ہے اور شیعہ کے نزدیک معتمد شخصیت ہے۔

[2] تفسیر مظہری ص ۳۰۱ پارہ نمبر ۳۰ تحت سورۃ القدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اکابر علمائے کرام کی ان تصریحات اور تعبیرات سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچتی اور قابل اعتماد نہیں ہے۔

## درایت کے اعتبار سے کلام

ماقبل میں اس روایت کے متعلق باعتبار روایت کلام کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں اکابر علمائے کرام کے بیانات بھی مختصراً ذکر کیے ہیں۔ اب اس مقام پر یہ چیز ذکر کرنا مناسب خیال کیا ہے کہ جو روایت معترض دوستوں نے بنو امیہ کی مذمت اور تنقیص کے طور پر ذکر کی ہے اس کو باعتبار درایت جانچ لیا جائے اور واقعات کے پیش نظر اس کا جائزہ لیا جائے۔

پیش کردہ روایت میں یہ مضمون مذکور ہے کہ بنو امیہ کا منبر نبوی پر پایا جانا آنجناب ﷺ کو ناگوار معلوم ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ منبر کے منصب پر ان لوگوں کا فائز ہونا آنجناب ﷺ کے لیے شاق ہے اور آنجناب ﷺ کو بنو امیہ کے لیے یہ عہدہ ناپسند اور مکروہ ہے۔

اس تمہیدی گزارش کے بعد حالات واقعی پر نظر فرما کر غور فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ نے بذات خود اور آنجناب ﷺ کے اکابر جانشینوں نے منصب عہدہ کے مسئلے میں بنو امیہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اور ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا؟ اس پر ذیل میں اجمالاً چند امور پیش خدمت ہیں، ان کو ملاحظہ فرمائیں:

① نبی اقدس ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جانے کے دوران میں جناب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا۔

((استخلف رسول الله ﷺ على المدينة فى غزوته الى ذات الرقاع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ واستخلفه ايضًا على المدينة فى غزوة الى غطفان))[1]

''یعنی جناب نبی کریم ﷺ نے مدینہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا جب کہ آپ غزوہ ذات الرقاع کی طرف تشریف لے گئے اور اسی طرح جب آپ غزوہ غطفان کی طرف تشریف لے گئے تھے تو اس وقت بھی مدینہ طیبہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔''

اور جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو متعدد بار مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام فرمایا۔ اور ظاہر بات ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آنجناب ﷺ کے مصلیٰ اور منبر پر بطور نائب کے فرائض منصبی سر انجام دیتے تھے۔

نیز خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تمام صحابہ

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۳۹ ج ۳ قسم اول تحت ذکر اسلام عثمان طبع اول لیڈن
منہاج السنۃ (ابن تیمیہ) ص ۱۶ ج ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا نزاع (متفقہ طور پر) خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیا اور مصلیٰ نبوی کا منصب انھیں امت کی طرف سے حاصل ہوا اور کسی قبیلہ اور کسی شخص نے ان کے اس منصب پر فائز ہونے پر کوئی نقد اور اعتراض نہیں کیا۔ بنو امیہ کے منبر نبوی پر کودنے والی روایت کیا ان سب حضرات کے سامنے نہیں تھی؟ غور فرمائیں۔

② نیز یہ چیز قابل توجہ ہے کہ جس وقت مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف سے رخصت ہونے سے قبل بنو امیہ کے ایک مشہور فرد جناب عتاب بن اَسید بن ابی العیص بن امیہ رضی اللہ عنہ کو مکہ شریف کا والی اور حاکم مقرر فرمایا (جو زمین پر افضل ترین مقام ہے) اور جناب عتاب بن اَسید رضی اللہ عنہ اپنے منصب ولایت کے دور میں جہاں دیگر دینی امور سرانجام دیتے تھے وہاں منبر اور مصلیٰ کے فرائض بھی انھی کے سپرد تھے اور تمام اکابر صحابہ بنو ہاشم ہوں یا بنو امیہ یا قریش کے دیگر قبائل، اس منصب کے حصول پر رضامند تھے اور کسی نے اس معاملے میں اعتراض نہیں پیدا کیا اور مندرجہ روایت کو پیش نظر نہیں لائے۔

③ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بنو امیہ کو دینی امور کے فرائض انجام دینے کے لیے متعدد بار منصب عطا کیے جاتے تھے جس کی تھوڑی سی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''مسئلہ اقربانوازی'' میں بحث ثالث ص ۳۱۴ کے تحت ذکر کر دی ہے۔ وہاں یہ بھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے برادر کلاں یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیما کے علاقے پر امیر بنا کر بھیجا تھا۔ مرکز اسلام کی طرف سے جو کسی علاقے کا امیر مقرر کیا جاتا تھا ظاہر ہے کہ وہ دیگر امور کے ساتھ ساتھ مصلیٰ اور منبر کے متعلق فرائض بھی سرانجام دیتا تھا۔

((ویزید بن أبی سفیان رضی اللہ عنہما (امره) علی تیما..... الخ))[1]

## ایک تجزیہ

روایت ہذا میں بعض راویوں کی جانب سے بنو امیہ کے عہد کی مذمت ظاہر کرنے کے لیے حساب لگایا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ روایت کے مضمون کے مطابق جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو امیہ کا منبر پر صعود اور نزول دکھایا گیا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پریشان ہوئی اور جناب کو یہ چیز ناگوار معلوم ہوئی۔ پس اطمینان و تسکین کی خاطر سورۃ القدر و سورۂ کوثر کا نزول ہوا اور سورۃ القدر میں لیلۃ القدر کا بیان ہے کہ یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ ماہ ہوتے ہیں اور یہ مدت دولت بنو امیہ کے مطابق ہے یعنی ان کا عہد بھی ایک ہزار مہینہ بنتا ہے (لا تزید یوما و لا تنقص)

گویا معترض لوگوں کے نزدیک یہ تمام عہد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند اور مبغوض ہے۔ راوی کے

[1] کتاب المحبر ص ۱۲۶ تحت امراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس قول کا علماء نے تجزیہ کر کے اسے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل چیزیں قابل غور ہیں:

① سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد (جو بارہ روز کم بارہ برس ہے) حساب کے اعتبار سے دولت بنو امیہ میں شامل و داخل کیا جائے گا۔ حالانکہ یہ عہد جمہور امت کے نزدیک ممدوح ہے مذموم نہیں، پسندیدہ ہے مکروہ نہیں۔

② پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت و صلح کے بعد ۴۱ھ سے شروع ہوتا ہے (اور قریباً انیس برس سے زائد) وہ بھی اس مدت میں شمار ہوگا۔ اور اہل تاریخ کے نزدیک مسلم چیز ہے کہ بنو امیہ کا دور ایک سو بتیس ہجری تک قائم رہا پھر بنو عباس کی طرف خلافت منتقل ہوئی۔ تو اس حساب سے قریباً ایک سو چار سال تک مدت خلافت بنی امیہ بنتی ہے جو اعتراض پیدا کرنے والے راوی کے حساب کے بالکل متعارض و مخالف ہے۔ اور اگر بالفرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت (بارہ برس) وضع بھی کر لی جائے تو اس کے بعد بھی قریباً بانوے سال ہوتے ہیں اور یہ بھی راوی کے قول کے حساب سے درست نہیں ہے۔

③ نیز روایت کے مقتضا کے اعتبار سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت بھی اس مدت میں داخل ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ "محمود عہد" بھی مذموم و مبغوض ٹھہرے حالانکہ اس دور کی مذمت کا ائمہ اسلام میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ پس یہ چیز بھی روایت کے منکر اور نا قابل قبول ہونے پر واضح دلیل ہے۔

④ طعن کرنے والوں نے روایت بنو امیہ کی مذمت کے لیے ذکر کی ہے اور ان کے عہد کی تنقیص کے لیے پیش کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی فضیلت جو ان ایام پر ہے وہ بنو امیہ کے عہد کے مذموم ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔

((فما يلزم من تفضيلها على دولتهم ذم دولتهم فليتأمل هذا فانه دقيق يدل على ان الحديث فى صحته نظر لانه انما سيق لزم ايامهم والله تعالى اعلم))[1]

مختصر یہ ہے کہ روایت اپنے مضمون کے تقاضوں کے اعتبار سے محل نظر ہے اور اپنے مفہوم میں صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر اکابر علماء کو اس کی صحت پر اعتماد نہیں اور قابل تامل قرار دیتے ہیں۔ نیز اہل علم کے اطمینان کے لیے تفسیر ابن کثیر کی عبارت بعینہٖ درج ہے، اور مذکورہ بالا عبارت البدایہ سے نقل کی تھی۔

((ومما يدل على ضعف هذا الحديث انه سيق لزم بنى امية ولو اريد ذالك لم يكن بهذا السياق فان تفضيل ليلة القدر على ايامهم لا يدل على ذم

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۲۴۴ ج ۶ تحت ذکر الاخبار عن خلفاء بنی امیہ جملہ من جملہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایامهم فان لیلة القدر شریفة جدا والسورة الکریمة انما جاءت لمدح لیلة القدر فکیف تمدح بتفضیلها علی ایام بنی امیة التی هی مذموة بمقتضی هذا الحدیث))[1]

حاصل کلام یہ ہے کہ منبر نبوی پر بنو امیہ کے چڑھنے اور اترنے کی روایات کے متعلق ایک طریقے سے کلام کر دیا ہے اور ساتھ ساتھ اس کا مختصر سا تجزیہ بھی پیش کر دیا ہے۔ ان تمام مندرجات پر نظر انصاف فرمائیں۔ مثلاً

((رأی رسول الله ﷺ بنو امیة علی منبره فساء ه ذالك ینزون علی منبری کما تنزو القردة))

((رأی بنو امیة یخطبون علی منبره رجلا رجلا)) وغیرہ وغیرہ۔

بالفرض اگر یہ روایات درست ہیں تو نبی اقدس ﷺ کے بنو امیہ کے ساتھ معاملات جن میں سے بعض کا قلیل سا ذکر کیا ہے یہ کیسے درست ہوئے؟ اور آنجناب نے بنو امیہ کے مذکورہ لوگوں کو دینی معاملات میں کیسے اپنا قائم مقام بنایا اور اپنے مصلیٰ اور منبر پر فائز فرمایا؟

اور جناب نبی کریم ﷺ کے اکابر خلفائے راشدین حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی بنو امیہ کے اکابر کو کس طرح دینی مناصب تفویض فرمائے؟ جب کہ وہ اس بات کے اہل نہیں تھے اور آنجناب ﷺ کی نگاہوں میں مبغوض ومکروہ تھے۔

## ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی شخص یہ صورت اختیار کرے کہ مندرجہ بالا روایات جو اعتراض میں پیش کی جاتی ہیں ان سے مراد صرف بنو امیہ کے وہ افراد ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اپنے اپنے عہد میں مسلمانوں کے امراء اور خلفاء ہوئے اور ان سے کئی چیزیں قابل اعتراض سرزد ہوئیں یعنی روایات میں روئے سخن ان کی طرف ہے۔

تو اس چیز کے ازالے کے لیے اتنی گزارش ہے کہ اعتراض میں بطور طعن جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان کے الفاظ عام ہیں۔ ان کے عموم الفاظ میں صحابہ بنو امیہ داخل ہیں۔ اور ساتھ یہ بات بھی ہے کہ معترض احباب صحابہ بنو امیہ (مثلاً حضرت عثمان غنی، حضرت عتاب بن اَسید، حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد حضرت ابو سفیان اور ان کے برادر کلاں یزید بن ابی سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم) کو اعتراض کرتے وقت ان روایات سے مستثنیٰ نہیں قرار دیتے اور ان تمام کے حق میں ان روایات کے ذریعے سے طعن قائم کرتے ہیں اور عوام میں نفرت پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۵۰۳ ج ۴ تحت سورۃ القدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس بنا پر اس اعتراض کے جواب میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفائی پیش کرنی ضروری سمجھی گئی اور ہمارا موقف بھی مدح صحابہ کے مقام پر یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے دفاع کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں اور جو خلفاء اور امراء صحابی نہیں، خواہ وہ بنو امیہ سے ہوں یا غیر بنو امیہ رحمہم اللہ ان کے دفاع سے ہمیں سروکار نہیں۔ پس ان کے اعمال ان کے ساتھ ہیں اور اپنے اعمال کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (القرآن الکریم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# طعن کی ایک روایت

بعض روایات میں یہ چیز ذکر کی گئی ہے کہ ایک دفعہ جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب مسجد میں تشریف فرما تھے۔ واقعہ کا ناقل کہتا ہے کہ میں جب مسجد نبوی میں داخل ہوا تو آنجناب ﷺ کے اصحاب کی زبانوں پر یہ کلمات جاری تھے:

((نعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله))

یہ کلمات سن کر میں نے کہا کہ کیا چیز پیش آئی ہے؟ تو جواب میں کہنے لگے کہ قبل ازیں معاویہ اپنے والد ابو سفیان کا ہاتھ پکڑے ہوئے یہاں مسجد سے نکلے ہیں اور اسی دوران میں جناب نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور آنجناب ﷺ نے ان دونوں کے حق میں ایک ایسا فرمان دیا ہے جس کی وجہ سے ہم نعوذ باللہ کہہ رہے تھے۔

## جواب

اس روایت کے جواب کے لیے ذیل میں چند امور ذکر کیے جاتے ہیں ان کو انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں:

① یہ روایت جن کتابوں میں مذکور ہے وہ تاریخ اور تراجم کی کتب میں شمار ہوتی ہیں، کوئی معتمد کتب احادیث میں سے نہیں۔

② روایت کی سند کے اعتبار سے جو کلام کیا جاتا ہے اس کو پیش نظر رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ اگر سند صحیح پائی جائے تب یہ روایت قابل قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

③ ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ صاحب کتاب کی طرف سے اس کی سند اس طرح شروع ہوئی ہے کہ "قال اخبرت عن فلان" یعنی مجھے فلاں شخص کی جانب سے خبر پہنچی ہے۔ اب دیکھنا ہوگا کہ کس طرح خبر حاصل ہوئی اور کون اور کیسا شخص خبر دینے والا تھا؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں ملتی، یہ معرض خفا میں ہے۔ وہ شخص راست گو تھا، یا دروغ گو تھا اس کی کوئی تفصیل نہیں مل سکی۔ پھر سند پر نظر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ سند ہذا کا آخری راوی "نصر بن عاصم اللیثی عن ابیہ" ہے۔ اس شخص کے حق میں علمائے رجال نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اگرچہ توثیق کے الفاظ ذکر کیے ہیں تاہم اس راوی کا فطری رجحان یہ لکھا ہے کہ رائے خوارج رکھتا ہے۔

((قال ابوداود کان خارجیا قال المرزباني فی معجم الشعراء کان علی رأی الخوارج ثم ترکھم))[1]

مختصر یہ ہے کہ روایت ہذا اس شخص کے خارجی رجحانات کے دور کی یادگار ہے اور خوارج حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سخت خلاف ہیں۔ فلہٰذا یہ روایت قابل تسلیم نہیں اور اس سے طعن قائم کرنا ازروئے قاعدہ درست نہیں۔

## درایت کے اعتبار سے تجزیہ

اس سلسلے میں یہ چیز نہایت قابل توجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد گرامی جب سے مشرف باسلام ہوئے ہیں ان کے ساتھ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کس طرح رہا؟ اور کیا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی عزت وشرف بخشا ہے؟ اور کوئی منصب یا اعزاز فرمایا ہے یا نہیں؟ یا اس کے برعکس معاملہ ان کے ساتھ کیا گیا؟

حقیقت حال یہ ہے کہ ان دونوں باپ بیٹے کے ساتھ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملات اور تعلقات احادیث اور تاریخ وتراجم کی کتابوں میں بڑے عمدہ طریقے سے مصنفین نے ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ ناظرین کرام کی خدمت میں یاد دہانی کے طور پر یہ امور اختصاراً ذکر کیے جاتے ہیں۔ تمام واقعات کا احاطہ کرنا مقصود نہیں۔ ان پر نظر کر لینے سے یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا:

① حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی اعتماد کے ساتھ اپنے کاتبوں میں داخل فرمایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتابت کے اس منصب پر تمام عہد نبوت میں آخر تک فائز رہے۔

② حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد انھیں علاقہ یمن میں حضر موت کے مقام پر ایک قطعہ اراضی عطا کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔

قبل ازیں یہ واقعہ ہم نے کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' میں عنوان ''شام'' کے تحت ص ۶۱-۶۲ پر ذکر کر دیا ہے۔

اسی طرح اور بھی بہت امور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعزاز وشرف میں پائے جاتے ہیں جن کو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی سیرت وسوانح میں درج کرنے کا قصد ہے۔ مالک کریم توفیق عنایت فرمائیں تو ان کے رحم وکرم سے کچھ بعید نہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابوسفیان رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو ان کو کئی اعزازات ومناصب

---

[1] تہذیب التہذیب (ابن حجر عسقلانی) ص ۴۲۷ ج ۱۰ تحت نصر بن عاصم اللیثی البصری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آنجناب ﷺ کی جانب سے عنایت فرمائے گئے مثلاً:

① آنجناب ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر دار ابی سفیان کو دارالامن قرار دیا۔

② حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو نجران کے علاقے پر عامل اور حاکم بنا کر روانہ فرمایا۔

③ قبیلہ بنی ثقیف کے بت کو پاش پاش کرنے کے لیے جناب نبی اقدس ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ فرمایا۔

④ قبیلہ بنی ثقیف میں عروہ اور اسود نامی دو مقروض شخصوں کے قرض کی ادائیگی کے لیے آنجناب ﷺ کی طرف سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا گیا۔

⑤ ایک دفعہ قریش مکہ میں کچھ مال واسباب تقسیم کرنا مقصود تھا تو جناب نبی کریم ﷺ نے وہ مال عمر بن فغوا کے ذریعے سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرف ارسال فرمایا تاکہ وہ اسے قریش مکہ میں تقسیم کر دیں۔

مذکورہ بالا واقعات کے حوالہ جات کے لیے کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' ص ۳۱۸ تا ۳۲۱ کی طرف رجوع فرمائیں، وہاں اس کی بقدر ضرورت تفصیل درج کر دی ہے۔

اور اپنے کتابچہ ''حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ'' میں کسی قدر مزید تفصیل لکھ دی ہے۔ مندرجات بالا کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ نبی اقدس ﷺ کی طرف سے حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے کئی مناصب اور متعدد اعزازات عنایت فرمائے گئے، اور یہ واقعات عند العلماء مسلمات میں سے ہیں۔

فلہٰذا قابل اعتراض روایت مذکورہ بالا یا اس نوع کی دیگر روایات جن میں نعوذ باللہ من غضبہ وغضب رسولہ وغیرہ کے الفاظ مذکور ہیں، صحیح نہیں بلکہ غلط اور بے سروپا ہیں اور قابل قبول نہیں۔

علمائے کرام نے صاف طور پر یہ مسئلہ واضح کر دیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں جو روایات دستیاب ہیں وہ دروغ بے فروغ اور بے بنیاد ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں۔ وکل حدیث فی ذمہ فھو کذب۔[1]

---

[1] المنار المنیف فی الصحیح والضعیف (ابن قیم جوزیہ) ص ۱۱۷ مطبوعہ حلب (فصل ۳۷)
الموضوعات الکبیر (ملا علی قاری) ص ۱۰۶ تحت مسئلہ ہذا، طبع مجتبائی دہلی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مخالفین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ طعن قائم کیا ہے کہ

''جب معاویہ یزید کے لیے بیعت لینے کی خاطر مدینہ منورہ آیا تو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کو ملامت کی۔ معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا اور اسے گھاس پھونس سے ڈھانپ دیا اور اس پر آبنوس کی کرسی رکھ دی پھر حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی ضیافت کی اور انھیں اس کرسی پر بٹھایا۔ وہ اسی وقت کنویں میں گر گئیں۔ معاویہ مضبوطی سے کنویں کو بند کر کے مکہ چلا گیا اور ام المومنین اس میں مر گئیں۔'' (نستغفر الله العظیم)

یہ ایک مشہور طعن ہے۔ شیعہ لوگ اس کی تشہیر کیا کرتے ہیں۔

## جواب

طعن ہذا کے جواب کے لیے مندرجہ ذیل امور تحریر کیے جاتے ہیں۔ مندرجات ہذا ملاحظہ کرنے سے جواب مکمل ہو سکے گا:

جن کتابوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا طعن اخذ کیا گیا ہے وہ علمی طبقہ میں غیر معروف اور اعتماد کے لحاظ سے کسی درجے میں شمار نہیں ہوتیں، بیکار اور ردی مواد کی حامل ہیں۔ اب اس واقعہ کو صاف کرنے کے لیے ہم حدیث، تاریخ اور تراجم کی مشہور روایات سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا اصل واقعہ نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد باعتبار درایت اس پر کلام کیا جائے گا۔

## روایات کے اعتبار سے

یہاں صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انتقال اور وفات کے موقع کی روایات ذیل میں مختصراً پیش کی جاتی ہیں جن سے ان کے قتل کے افسانے کا جواب ہو سکے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب اور کمالات کا یہاں ذکر مقصود نہیں۔ احادیث اور تراجم کی کتابوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا واقعہ منقول ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



① ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں اور بیماری نے شدت اختیار کی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عیادت کے لیے تشریف لائے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان کے ذریعے سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے برادر زادے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما موجود تھے انھوں نے بھی کہا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ پہلے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی پریشانی کے باعث معذرت کرنے لگیں تاہم ان کے برادر زادے کے اصرار سے انھوں نے اجازت دے دی۔

((فلما ان سلم وجلس قال البشری قالت بما؟ قال ما بینك وبین ان تلقی محمد ﷺ والاحبته الا ان تخرج الروح من الجسد کنت احب نساء رسول الله ﷺ الی رسول الله ﷺ ولم یکن رسول الله ﷺ یحب الا طیبا))[1]

''یعنی جب ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے، سلام پیش کیا اور بیٹھ گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اے ام المومنین! آپ کو بشارت ہو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کس بات کی بشارت دے رہے ہو؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ جسم سے روح الگ ہونے کی دیر ہے کہ آپ کی جناب رسول اللہ ﷺ اور دوستوں سے ملاقات ہو گی اور کہا کہ آپ نبی اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ آپ (ﷺ) کو محبوب تھیں اور آنجناب ﷺ نہیں پسند فرماتے تھے مگر بہترین چیز کو۔ (اسی طرح مزید بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گفتگو کی اور اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا)۔''

② اسی طرح اس موقع کی ایک دیگر روایت بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اکابر علمائے امت نے نقل کی ہے اس کا مفہوم بھی گزشتہ روایت کے مفہوم کے قریب ہے اور مزید چیزیں بھی مذکور ہیں۔ روایت اس طرح ہے کہ

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انه استاذن علی عائشة رضی اللہ عنہا فی مرضها فأرسلت الیه انی اجد غما وکربا فانصرف فقال للرسول ما انا الذی ینصرف حتی ادخل فاذنت له فقالت انی اجد غما وکربا وانا مشفقة مما اخاف ان اهجم علیه فقال لها ابن عباس البشری فوالله لقد لسمعت رسول الله ﷺ یقول

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۵۱-۵۲ ج ۸ تحت ترجمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (طبع اول لیڈن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عائشة زوجتی فی الجنة وکان رسول الله ﷺ اکرم علی الله ان یزوجه جمرة من جمر جهنم فقالت فرجت عنی فرج الله عنك))[1]

''مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرض الوفات کے موقع پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عیادت کے لیے تشریف لائے اور حاضری کی اجازت طلب کی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا کہ بیماری کی پریشانی ہے اور طبیعت مغموم ہے، آپ واپس چلے جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واپس ہونا پسند نہیں کیا اور پھر حاضری کے لیے اذن چاہا اور حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ موت سامنے ہے اور سخت پریشان ہوں کہ موت کے بعد کیا ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اطمینان دلاتے ہوئے عرض کیا کہ سردار دو جہاں ﷺ سے میں نے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ عائشہ جنت میں بھی میری زوجہ ہوں گی، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ اپنے خدا کے ہاں اس بات سے بلند و بالا ہیں کہ جہنم کے ایک (انگارہ) کو ان کی زوجیت میں دیا جائے۔ یہ سن کر ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے میری پریشانی کو زائل کر دیا، اللہ تعالیٰ تمھاری تکالیف کو بھی رفع فرمائے۔''

مسند امام ابوحنیفہ کی یہ روایت قبل ازیں ''رحماء بینہم'' حصہ صدیقی ص۸۵-۸۶ پر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس مقام کی مزید ایک دو روایات ذکر کی جاتی ہیں تا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا مسئلہ اپنی جگہ پر منقح ہو جائے۔

③ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک غلام ذکوان تھا اس کے متعلق قبل از انتقال یوں ارشاد فرمایا کہ جب بعد از وفات مجھے کفن دیا جائے اور خوشبو لگائی جائے پھر میرا غلام مجھے قبر میں داخل کرے اور بعد از دفن اوپر قبر کی مٹی درست کر دی جائے تو ذکوان آزاد ہے۔

((ان عائشة رضی اللہ عنہا قالت اذا کفنت وحنطت ثم دلانی ذکوان فی حفرتی وسواها علی فهو حر))[2]

④ اسی طرح طبقات ابن سعد میں ایک دیگر روایت ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بتاریخ ۱۷ رمضان المبارک بعد از عشاء (بعد الوتر) ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمان دے رکھا تھا کہ میری تدفین انتقال کی رات ہی میں کر دی جائے۔ بہت سے لوگ جنازے میں حاضر ہوئے۔ رات کے وقت اتنا بڑا

---

[1] جامع مسانید الامام الاعظم، الباب الثالث فی الایمان، الفصل الرابع فی الفضائل ج۱ ص ۲۱۵

[2] مسند امام ابی حنیفہ عند اختتام باب الفضائل والشمائل ص ۱۷۹ طبع حلب
طبقات ابن سعد ص ۵۳ ج ۸ تحت ترجمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اجتماع کبھی نہیں دیکھا گیا حتیٰ کہ عوالی مدینہ کے لوگ بھی پہنچے اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

((ماتت عائشة ليلة سبع عشرة من شهر رمضان بعد الوتر فأمرت ان تدفن من ليلتها فاجتمع الناس وحضروا فلم نر ليلة اكثر ناسا منها نزل اهل العوالى فدفنت بالبقيع))[1]

⑤ نیز اس مقام پر اس طرح بھی مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور ان کی وفات کی تاریخ رمضان المبارک ۵۸ھ تھی اور وتر کے بعد ان کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

((صلى ابوهريرة على عائشة فى رمضان سنة ثمان و خمسين ودفنت بعد الايتار))[2]

مندرجہ بالا روایات نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انتقال، تجہیز و تکفین اور تدفین کے مسئلہ کو بڑی وضاحت کے ساتھ صاف کر دیا ہے اور طبعی وفات کی صورت میں پیش کیا ہے۔ فلہٰذا مخالفین صحابہ نے جو واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا بصورت قتل پیش کیا وہ بالکل افسانہ ہے، تصنیف شدہ قصہ ہے، حقیقت واقعہ کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت کو ظاہر کیا ہے۔

## ایک قاعدہ

اور قاعدہ یہ ہے کہ الزام کی مدافعت اپنے مسلمات سے پیش کرنے کا حق ہمیں حاصل ہے۔ اس اعتبار سے ان روایات کے ذریعے سے مذکورہ الزام قتل کا جواب مکمل ہو گیا۔

## تنبیہ

مسئلہ ہذا کے لیے ہم نے صرف چند ایک روایات، احادیث اور تراجم کی کتابوں سے پیش کی ہیں ورنہ اس مسئلے کی تفصیلات دیگر تراجم اور تاریخ کی کتابوں میں بہت پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:

① البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۹۳-۹۴ ج ۸ تحت ترجمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

② الاصابہ (ابن حجر) ص ۳۴۹-۳۵۰ ج ۴ تحت ترجمہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

## شیعہ کی طرف سے تائید

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے متعلق شیعہ کے اکابر علماء نے جو تفصیلات ذکر کی ہیں وہ بھی افسانہ قتل کے جواب کے لیے خود ان علماء کی زبان سے کافی و وافی ہیں۔ ہم ان کی تفصیلات کو بخوف تطویل نقل

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۵۳ ج ۸ تحت ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

[2] تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۶۵ ج ۲ تحت سنہ ۵۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں کر سکتے لیکن مسئلہ کو مدلل کرنے کے لیے صرف دو عدد حوالہ جات ذکر کرتے ہیں، ان کے ذریعے سے طعن کا جواب مکمل ہو جائے گا:

① چنانچہ تنقیح المقال میں ہے کہ

((عدها (عائشة بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما) الشیخ فی رجاله من الصحابیات قال المقدسی تزوج بها رسول الله ﷺ بکرا ولم تزوج بکرا غیرها وهی بنت ست قبل الهجرة بسنتین وبنی بها وهی بنت تسع وقبض رسول الله ﷺ وهی بنت ثمان عشرة الی ان قال توفیت سنة ثمان و خمسین انتهی))[1]

② اور منتخب التواریخ میں ہے کہ

''ودرمیان زوجات آں بزرگوار ہمیں یکزن باکراہ بود و باقی ثیبہ بودند کہ زوجہ آنحضرتؐ شدند و عائشہ درسنہ پنجاہ وہفت ہجری در مدینہ از دنیا رفت ودر بقیع دفن شد۔''[2]

''یعنی شیعہ عالم مامقانی کہتے ہیں کہ ان کے شیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی رجال کی کتاب میں ''صحابیات'' میں شمار کیا ہے اور مقدسی نے کہا کہ نبی اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ نکاح کیا درآں حالے کہ یہ باکرہ تھیں اور ان کے سوا آپ کی ازواج میں کوئی عورت باکرہ نہیں تھیں۔ ہجرت سے دو سال پہلے ان سے نکاح ہوا جب کہ ان کی عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی تھی اور نبی اقدس ﷺ کے انتقال کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا۔''

اور محمد بن ہاشم خراسانی شیعی نے منتخب التواریخ میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ آنجناب ﷺ کی ازواج میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باکرہ تھیں باقی ثیبہ (بیوہ) تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۵۷ھ میں مدینہ شریف میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور جنت البقیع میں ان کا دفن ہوا۔

حاصل یہ ہے کہ شیعہ علماء نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کو طبعی حالت سے ذکر کیا ہے اور اسے قتل کی صورت میں بیان نہیں کیا اور جنت البقیع میں ان کا مدفون ہونا درج کیا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ قتل کا افسانہ تصنیف شدہ ہے اور حقیقت واقعہ کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں۔ شیعہ وسنی دونوں فریقوں کے علماء نے یہ مسئلہ صاف کر دیا ہے۔

---

[1] تنقیح المقال (شیخ عبداللہ مامقانی) ص ۸۱ ج ۳ من فضل النساء تحت عائشہ بنت ابی بکر

[2] منتخب التواریخ (محمد بن ہاشم خراسانی) ص ۲۱ فصل چہارم امر دوم تحت الثانیہ عائشہ دفتر ابا بکر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## درایت کے اعتبار سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کے متعلق جو واقعہ تیار کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس میں قتل کے وجوہ جو معترض لوگ بیان کرتے ہیں ان پر نظر کی جائے تو وہ جواز قتل کے اسباب کے قابل نہیں:

① وجہ یہ ہے کہ یزید کی بیعت کے مسئلے میں اختلاف پیش آیا تھا تو اس وقت اختلاف کرنے والے چار پانچ مردوں کا ذکر عام تاریخوں میں پایا جاتا ہے لیکن عورتوں خصوصاً ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے باعتبار صحیح روایات اختلاف مذکور نہیں۔ اور جن حضرات نے اس مسئلے میں اختلاف کیا تھا ان کے ساتھ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قتل یا قید و بند کی سزا کا معاملہ نہیں کیا گیا۔ اور اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیعت یزید کے سلسلے میں اختلاف تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی ان کے ساتھ سختی اور سزا کا معاملہ بالکل نہیں روا رکھا گیا۔ جب مردوں کے ساتھ سزا کا معاملہ نہیں کیا گیا تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ یہ کس طرح کر دیا؟

② نیز بیعت یزید کی دعوت کا معاملہ بقول مورخین ۵۶ھ میں پیش آیا تھا جب کہ مشہور اقوال کے مطابق حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا۔ اگر بالفرض ان کو سزا دینا مقصود تھا تو جلدی اس کے متعلق کارروائی کرتے۔ قریباً دو سال کے بعد سزا کا اقدام درایت کے ہی خلاف ہے۔

③ مزید برآں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے روابط تازیست خوشگوار تھے اور ان کے باہمی عمدہ تعلقات کے کئی واقعات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کے درمیان کسی قسم کی عداوت یا رنجش نہیں تھی۔ ذیل میں ہم اس پر چند شواہد پیش کرتے ہیں:

ا۔ چنانچہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک عجیب فضیلت ذکر کی جو ان کے مقام و مرتبہ کو بہتر طور پر واضح کرتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے:

((عن عبدالله بن وردان قال معاوية ان من الناس من لا يرد عليه امره وان عائشة منهم))[1]

''یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض لوگوں کا درجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی بات کو رد نہیں کیا جا سکتا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ان ہی لوگوں میں سے ہیں۔''

اس روایت سے ایک تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں مقام و مرتبہ

---

[1] تاریخ کبیر (امام بخاری) ص ۲۲۰ ج ۳ ق اول طبع دکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معلوم ہوتا ہے اور دوسری چیز یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیعت یزید کے متعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہوتی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ہی مذکورہ بالا قول کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بات کو رد نہیں کر سکتے تھے۔

۲۔ دیگر چیز یہ ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک قیمتی قلادہ (ہار) بطور تحفہ ارسال کیا جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی جانب سے یہ تحفہ قبول فرمایا اور اپنے سمیت تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں تقسیم فرما دیا۔

((عن حجاج بن عطاء ان عائشة بعث اليها معاوية قلادة قومت بمائه الف۔ فقبلتها وقسمتها بين امهات المؤمنين))[1]

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے باہمی خوشگوار اور عمدہ تعلقات پر اسی نوع کے کئی واقعات احادیث اور روایات کی کتابوں میں دستیاب ہیں (ان کو ہم ان شاء اللہ سیرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں تفصیل سے بیان کریں گے بعونہ تعالیٰ)۔

ان واقعات کے پیش نظر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی رنجش عداوت یا عناد نہیں تھا جو ان کے معاملات کو قتل تک پہنچائے۔ معترض لوگوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا جو افسانہ تیار کیا ہے جانبین کی طرف سے اس دور کے حالات اور واقعات اس کی تائید نہیں کرتے۔ اور جو روایت امر واقع کے خلاف پائی جائے وہ قابل قبول نہیں ہوتی اہل علم حضرات اس قاعدہ سے خوب واقف ہیں۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۹۰ ج ۶ تحت کتاب البیوع والاقضیہ روایت نمبر ۳۷۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن کا ایک دیگر سلسلہ

## (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک قول پھر اس کا جواب)

بعض لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مطاعن کا ایک حیرت انگیز سلسلہ چلایا ہے، مثلاً ''معاویہ اور اسلام''، ''معاویہ اور رسول'' اور ''معاویہ کا شوق رسالت'' وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان عنوانات کے تحت ایسے بے بنیاد، بے ہودہ اور بے سروپا اتہامات ذکر کیے ہیں جنھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایمان رکھنے والا کوئی مسلمان نہ ذکر کر سکتا ہے اور نہ ان کی سماعت برداشت کر سکتا ہے۔ زمانہ قدیم سے اعدائے صحابہ کرام اس طرح کا طریق کار اختیار کیے ہوئے ہیں کہ مقتدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنا ان کا نصب العین اور مقصد زندگی ہے۔

اس دور میں ایک بار پھر اس مذموم مقصد کو ایک تحریک کی شکل میں اٹھایا گیا ہے اور اپنے ''دیرینہ ساتھیوں'' کے ہاتھوں کو مضبوط کیا جا رہا ہے۔

بزعم خویش اس ''کار خیر'' کے لیے ایک گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو ''ناموس اہل بیت'' کے محافظین کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کا نام بھی استعمال کیے ہوئے ہیں تاکہ عام مسلمانوں کا ان پر مذہبی اعتماد بھی بحال رہے اور مقام صحابہ کو خوب مجروح اور مقدوح کیا جائے۔ ایسے لوگوں کی یہ دیرینہ پالیسی چلی آئی ہے اور یہی ان کا شاطرانہ طریق کار رہا ہے۔

### طعن کی روایت

چنانچہ طعن کرنے والے ان لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قلبی عناد کا مظاہرہ کرتے ہوئے شیعہ بزرگوں کی تاریخی کتب سے مندرجہ ذیل واقعہ اپنی تازہ تصانیف میں درج کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے فرزند مطرف بیان کرتے ہیں کہ میرے والد بعد از عشاء گھر واپس تشریف لائے تو بڑے مغموم نظر آ رہے تھے۔ دریافت کرنے پر کہنے لگے کہ اے بیٹے! میں دنیا کے ''اخبث الناس'' کے ہاں سے لوٹ کر آ رہا ہوں۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ تو کہنے لگے کہ میں نے معاویہ سے کہا کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو، بہتر یہ ہے کہ عدل و انصاف کیا کرو اور اچھا ہوتا کہ تم بنو ہاشم کی طرف التفات کرتے، اب تو ان سے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ جواب میں معاویہ نے (دیگر ناگفتہ بہ چیزوں کے علاوہ) یہ بات بھی کہی کہ تینوں خلفاء (ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) ہلاک ہو گئے اور ان کا ذکر بھی ختم ہو گیا اور تحقیق اس ہاشمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے لیے دن میں پانچ بار چلا کر آواز دی جاتی ہے اشهد ان محمد رسول الله اور یہ عمل باقی رہے تو ہمارا کون سا کام باقی رہا اللہ کی قسم! اگر ہم اس کو دفن نہ کر سکیں۔

((وان اخا هاشم يصرخ به فى كل يوم خمس مرات اشهد ان محمدا رسول الله فأى عمل يبقى مع هذا؟ لا ام لك والله الا دفنا دفنا)) (نعوذ بالله من ذالك)[1]

## جواب

اعتراض کرنے کے لیے ہوشمندی کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ یہاں بھی اس بات کی ضرورت تھی کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سنی حضرات کے سامنے معترض اپنا اعتراض پیش کر رہا ہے تو اسے چاہیے تھا کہ وہ سنی احباب کے مسلمات میں سے قابل طعن روایت پیش کرتا۔ سنی حضرات کے سامنے شیعہ بزرگوں کی کتابوں اور نا قابل اعتماد تاریخ ملغوبات سے مقتدر صحابہ پر نقد اور طعن پیش کرنا اصولاً سو فیصد غلط ہے۔

یہاں معترض لوگوں نے شیعہ مورخ کی تاریخی کتاب سے مندرجہ بالا طعن پیش کر کے بے اصولی کا ثبوت دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیعہ مورخین کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دیرینہ دشمنی اور قلبی عناد ہے فلہٰذا ان کا پیش کردہ مواد عداوت پر مبنی ہوگا۔ ان حضرات سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

معترض نے اس مقام پر روایت بالا اور دیگر کئی روایات مسعودی شیعی سے نقل کی ہیں۔ عوام نہیں جانتے کہ مسعودی کون ہے اور کیسا شخص ہے؟ لیکن اہل علم کو معلوم ہے کہ ''مسعودی'' پختہ شیعہ اور رافضی شخص ہے۔ اس چیز پر اطمینان کے لیے شیعی علمائے تراجم کے صرف دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں زیادہ کی حاجت نہیں۔ دو شاہدوں کی شہادت سے مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے۔

① قریبی دور کے مشہور شیعہ مورخ شیخ عبداللہ مامقانی اپنی تصنیف تنقیح المقال میں ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہذلی المتوفی ۳۴۶ھ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

((انه امامى ثقة وهو الحق))

اور اس کی تصنیفات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

((له كتب فى الامامة وغيرها منها كتاب فى "اثبات الوصية لعلى بن ابى طالب" وهو صاحب مروج الذهب)) [2]

② اور شیخ عباس قمی شیعی نے اپنی مشہور تصنیف ''تحفۃ الاحباب'' میں مسعودی کا تذکرہ بعبارت ذیل نقل کیا ہے:

---

[1] مروج الذہب (مسعودی) ص ۱۴۱ ج ۴ تحت ذکر ایام مامون عبداللہ بن ہارون الرشید

[2] تنقیح المقال (شیخ عبداللہ مامقانی شیعی) ص ۲۸۲-۲۸۳ ج ۲ تحت باب علی ابن حسین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''علی بن حسین بن علی الہذلی معروف المسعودی مورخ امین و معتمد عند الفریقین صاحب کتاب اثبات الوصیہ ومروج الذہب وکتب دیگر است وابن شیخ جلیل از اجلہ امامیہ است [1]

''حاصل یہ ہے کہ مسعودی امامی ہے، ثقہ ہے، اثبات وصیہ علی و مروج الذہب وغیرہ اس کی تصانیف ہیں، امامیہ کا شیخ جلیل ہے۔''

بنا بریں اصولاً ہم اس طعن کا جواب پیش کرنے کے ذمہ دار نہیں۔ تاہم اس سے قطع نظر کرلیں تب بھی درج ذیل چیزیں قابل توجہ ہیں:

معترض احباب کی پیش کردہ روایت میں ہے کہ

((یقول (المدائنی) قابل المطرف بن مغیرة بن شعبة))

''مدائنی کہتا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے فرزند مطرف رضی اللہ عنہ نے کہا۔''

یعنی یہ سارا واقعہ مدائنی نے مطرف سے نقل کیا ہے۔

## روایت میں انقطاع

اس طریق اسناد میں ایک واضح انقطاع پایا جاتا ہے کیونکہ مدائنی (ابوالحسن علی بن محمد) المولود ۱۳۵ھ و المتوفی ۲۲۴ھ مطرف رحمہ اللہ کا قول نقل کرتا ہے اور مطرف بن مغیرہ بن شعبہ رحمہ اللہ کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ انھوں نے حجاج بن یوسف (المتوفی ۹۵ھ) کے سامنے بعض چیزوں کے متعلق حق گوئی کی تھی اور حجاج نے اپنے ظالمانہ رویے کے مطابق مطرف رحمہ اللہ کو قتل کروا دیا تھا۔

حجاج بن یوسف کا زمانہ عبدالملک بن مروان کا دور ہے۔ جب کہ مدائنی بہت بعد میں یعنی ۱۳۵ھ میں متولد ہوا۔ فلہٰذا مطرف بن مغیرہ کے دور اور مدائنی کے تولد میں کم وبیش چالیس پچاس سال کا فاصلہ پایا جاتا ہے اور یہ ایک بین انقطاع ہے۔ اس دور انقطاع میں خدا جانے کن کن لوگوں نے اس واقعہ کو نقل کیا؟ اور معلوم نہیں وہ کیسے تھے جن کے ذریعے سے یہ بات مدائنی تک پہنچی؟

مدائنی خود کوئی محدث نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جائے بلکہ یہ ایک مورخ ہے جو صحیح و غلط اور رطب و یابس جمع کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ ایسی شدید الانقطاع تاریخی روایت کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایسا سنگین طعن قائم کرنا کسی طرح درست نہیں اور ہرگز قابل تسلیم نہیں۔

## قصہ گوئی کے درجے میں

مزید برآں روایت ہذا کے شروع میں درج ہے کہ

((منها ان بعض سمارة حدث بحدیث عن مطرف))

---

[1] تحفۃ الاحباب (شیخ عباس قمی شیعی) ص ۲۲۷ تحت علی بن حسین المسعودی الہذلی (طبع ایران)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''یعنی یہ واقعہ بعض قصہ گولوگوں نے مطرف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔''

مختصر یہ ہے کہ طعن والی روایت کی یہ روایتی حیثیت ہے جو اہل فن کے نزدیک لائق اعتماد نہیں ہے اور بے سروپا روایات کے درجے میں ہے۔

## درایت کے اعتبار سے

اب روایت ہذا کے متعلق باعتبار درایت کے مختصراً چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ان پر نظر کر لینے سے اس قصہ کا دروغ بے فروغ ہونا واضح ہو جائے گا:

① اگر بالفرض (بہ تقاضائے روایت) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ''اشہد ان محمد رسول اللہ'' ندائے شہادت رسالت نہیں سن سکتے تھے اور اس ندائے اسلامی کو مٹانے کا عزم رکھتے تھے تو پھر ان حالات میں اس دور کے تمام صحابہ کرام بشمول ہاشمی حضرات خاموش کیوں رہے اور ان کے خلاف علم بغاوت کیوں نہیں بلند کیا؟ اور قرآنی آیات مثلاً وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ پر عمل درآمد کیوں ترک کر دیا؟

② ایسے منکر رسالت شخص کے ساتھ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی پنج گانہ نمازیں کیسے ادا کرتے تھے؟

③ ایسے منکر دین شخص کے ساتھ مل کر حج کیسے ادا کرتے رہے اور اسے امیر حج متعدد دفعہ کیوں بنائے رکھا؟

④ ایسے دشمن رسالت کے ساتھ مل کر دیگر ممالک میں فریضہ جہاد وغزوات کیوں قائم رکھا جب کہ خود ایسے شخص کے خلاف جہاد کرنا فرض اولین تھا؟

⑤ ایسے دشمن نبوت کے دربار میں اکابرین صحابہ بشمول ہاشمی حضرات کیوں تشریف لے جایا کرتے تھے؟ اور اس سے مالی عطیات، ہدایا، وظائف وغیرہ کیوں حاصل کرتے تھے؟

⑥ ایسے دشمن دین و اسلام کی طرف سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے بڑے مناصب اور عہدے حاصل کر کے نظام حکومت میں کیسے تعاون کیا؟ جب کہ یہ شخص دینی و دنیوی لحاظ سے مقاطعہ کے قابل تھا اور ہر نوع کے روابط و تعلقات کو منقطع کر دینے کے لائق تھا۔

## ایک اعجوبہ

اہل علم حضرات اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم نوا اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرح خلافت کے معاملات میں سب سے زیادہ مد و معاون تھے حتیٰ کہ بقول بعض مورخین یزید کے استخلاف کے بارے میں انھوں نے ہی اولاً رائے دی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نیز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں کوفہ پر والی اور حاکم کے منصب پر فائز رکھا اور ان حالات میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا یعنی ان کو معزول نہیں کیا گیا تھا۔

اندریں حالات حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اس قسم کا بیان کیسے دے سکتے ہیں جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دین اسلام کا دشمن، شہادت رسالت کا سخت مخالف اور دین کا باغی دکھلایا گیا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اخبث الناس سے تعبیر کیا ہے۔ یہ چیز عقل و درایت کے سخت خلاف ہے فلہٰذا اس روایت کو کوئی عقلمند آدمی تسلیم نہیں کر سکتا۔ کسی شخصیت کے ساتھ عداوت کا معاملہ کرنا ہو تو کسی تدبیر و حکمت عملی کے ذریعے سے تمام کرنا چاہیے مگر یہاں تو طعن کرنے والوں نے عقل مندی و ہوش مندی کو پس پشت ڈال کر آنکھ بند کر کے یہ روایت چلا دی۔

نیز اس مقام پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت اور قدر دانی کے بے شمار واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں جو اس بات کے واضح قرائن ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے حد عقیدت مندی اور کمال محبت تھی یہ واقعات خود مذکورہ روایت کے جعلی اور وضعی ہونے کے شواہد میں سے ہیں۔ مزید کسی جواب کی حاجت نہیں۔ ان واقعات میں سے یہاں صرف دو واقعات ناظرین کے سامنے پیش جاتے ہیں۔ اصل مسئلہ کی تائید کے لیے یہ کافی ہیں۔

## ① مشابہت نبوی کا احترام

کبار علمائے محدثین اور مورخین نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بصرہ کے علاقے میں ایک شخص ہے جن کی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قسم کی کچھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کو مراسلہ ارسال کیا کہ وہ اس شخص کو جس کی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادنیٰ سی مشابہت پائی جاتی ہے (اس کا نام کابس بن ربیعہ تھا) ہمارے ہاں بطور وفد روانہ کریں۔

جب یہ شخص (کابس بن ربیعہ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی مسند سے نیچے اترے اور پیدل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور تکریم و تعظیم کرتے ہوئے کابس بن ربیعہ کی پیشانی پر بوسہ دیا نیز انھیں بطور اکرام اپنے ہاں رکھا اور ان کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کی کفالت کے لیے علاقہ مرو میں ''مرغاب'' کے نام سے موسوم ایک قطعہ اراضی متعین کر دیا تا کہ وہ خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔

یہ واقعہ ابوجعفر بغدادی نے المحبر میں ذکر کیا ہے۔ نیز شیخ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ نے شرح الشفا میں اس واقعہ کو عمدہ طریقہ سے درج کیا ہے۔ ذیل میں ابوجعفر کی عبارت ذکر کی جاتی ہے:

((وکان بلغ معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ان بالبصرة رجلا یشبه برسول الله

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ﷺ فكتب الى عامله عليها وهو عبدالله بن عامر بن كريز رضی اللہ عنہ ان يؤفده اليه فأوفد كابسا فلما دخل الى معاوية نزل عن سريره ومشى اليه حتى قبل بين عينيه واقطعه المرغاب))[1]

بتوفیقہ تعالیٰ ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوانح میں درج کیا جائے گا (ان شاء اللہ)

## ② آثار نبوی سے تبرک

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی تمام زندگی میں نبی اقدس ﷺ کے دین کی اشاعت اور تبلیغ میں کوشاں رہے اور ابتدائے قبول اسلام سے لے کر زندگی کے آخری مراحل تک دینی خدمات سرانجام دیتے رہے جیسا کہ اہل علم حضرات پر یہ مسئلہ واضح ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی ذات گرامی کے چند تبرکات حاصل کر کے محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ ان تبرکات میں آنجناب ﷺ کا ایک قمیص مبارک اور بعض روایات کے مطابق ایک چادر مبارک کے علاوہ آنجناب ﷺ کے ناخن مبارک کے کچھ تراشے اور موئے مبارک شامل تھے۔ یہ تبرکات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری سفر کے لیے محفوظ کیے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو ان تبرکات میں سے قمیص مبارک اور چادر مبارک کو میرے کفن میں شامل کیا جائے اور ناخن مبارک کے تراشوں اور بال مبارک کو میرے منہ، نتھنوں اور سینہ پر رکھ دیا جائے۔

یہ مضمون متعدد تاریخ اور رجال کی کتابوں میں مذکور ہے لیکن ہم یہاں اختصاراً صرف دو عدد حوالہ جات پیش کرتے ہیں:

① ((ميمون بن مهران عن أبيه ان معاوية قال فى مرضه الذى مات كنت اوضئى رسول الله (ﷺ) فقال لى الا اكسوك قميصا؟ قلت بلى بأبى انت وأُمى فنزع قميصا كان عليه فكسا منه وقلم اظفاره فاخذت قلامتها فاذا مت فالبسونى القميص وخذوا القلامة فاجعلوها فى عينى..... الخ))[2]

۲۔ ((وفى رواية لابن عساكر..... فاذا انا مت فالبسونى قميص رسول الله ﷺ وازرونى بازاره وادرجونى فى رداءه وخذوا هذا الشعر فاحشوا به

---

[1] کتاب المحبر (ابوجعفر بغدادی) ص ۴۶-۴۷ تحت المشبہون بالنبی
نسیم الریاض شرح الشفا (خفاجی) ص ۴۶۳ ج ۳ فصل من توقیرہٗ..... الخ

[2] انساب الاشراف (بلاذری) ص ۱۳۰-۱۳۱ ج ۴ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قسم اول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شدقی ومنخری وذروا سائره علی صدری وخلوا بینی وبین ارحم .
الراحمین))[1]

یہ واقعات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے پیغمبر کے ساتھ محبت اور عقیدت کے شواہد میں سے ہیں اور جس شخص کے قلب میں احترام نبوت نہ ہو اس سے ایسے امور صادر نہیں ہو سکتے۔

## آخر کلام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی میں دین اسلام کے احیا و بقا کے لیے بہت سے اہم کارنامے سر انجام دیے اور اشاعت اسلام کے لیے مقدور بھر مساعی کیں۔ اپنے مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و غلامی میں عمر صرف کر دی اور دین اسلام کے فروغ کے لیے کوششیں کیں حتیٰ کہ قبر میں داخل ہونے تک آثار نبوت کے ساتھ تبرک حاصل کیا۔ تاریخ اسلامی اور کتب احادیث ان چیزوں پر شاہد عادل ہیں۔

اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی دشمن صحابہ یہ ندا بلند کرے کہ یہ دشمن نبی تھے اور نبی کے دین کے مخالف تھے، پیغمبر اسلام کی رسالت ان کو ناگوار تھی، پنج گانہ اذان میں ''شہادت رسالت'' ان کو برداشت نہیں ہوتی تھی وغیرہ وغیرہ، تو یہ سب دروغ بے فروغ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں مسلمہ واقعات اور مشاہدات کے خلاف ہونے کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ قرآن مجید کے شاہی وعدوں کے تقاضوں کے بھی برعکس ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورۂ حدید رکوع اوّل) میں ان مومنوں کے ساتھ جو فتح مکہ سے قبل ایمان لائے اور انفاق و جہاد فی سبیل اللہ کیا اور جو لوگ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور انفاق مال و قتال فی سبیل اللہ کیا (ان کے مابین فرق مراتب بیان فرمانے کے بعد) دونوں فریقوں کے ساتھ ''مثوبۃ الحسنیٰ'' یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے: وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

اور نیز دوسری آیت کریمہ میں فرمایا کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (الانبیاء)

''یعنی جن سے ہماری جانب سے الحسنیٰ کا سابقاً وعدہ فرمایا گیا وہ لوگ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔''

اللہ جل شانہ کے ان ارشادات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ (قبل الفتح و بعد الفتح) دونوں جماعتوں کو ''الحسنیٰ'' (جنت) ملے گی اور یہ لوگ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَاللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

---

[1] مخطوطہ ابن عساکر (عکس شدہ) ص ۸۸ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور صحیح ہے وہ اس کا خلاف ہرگز نہیں کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ کے ان فرمودات کے مطابق بعد الفتح (یعنی فتح مکہ کے بعد) ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی (بشمول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) اس بشارت عظمیٰ کے مستحق ہیں اور مغفرت کے مژدہ پانے والوں میں داخل ہیں۔ فلہٰذا ان ارشادات خداوندی کی مقتضیات کے پیش نظر ان حضرات سے رسالت کی نفی اور نبوت کے ساتھ عناد و اسلام دشمنی وغیرہ وغیرہ کے واقعات کا صدور کسی طرح درست نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گزشتہ و آیندہ تمام واقعات کا علیم و بصیر ہے اس کی طرف سے کسی دشمن نبوت و مخالف دین کے حق میں مثوبۃ الحسنیٰ کے صحیح وعدوں کا دیا جانا صادر نہیں ہوسکتا۔

بنا بریں معاندین کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر رسالت کی نفی کا طعن اور نبوت کے ساتھ معاندانہ رویہ کا اتہام کسی بھی صورت میں درست نہیں۔ قرآن مجید کے قطعی فرمودات کے تقاضوں کے مقابلہ میں تاریخی ملغوبات کو کوئی باخبر مسلمان وزن نہیں دے سکتا۔ اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ یہ تاریخی روایات بالکل بے سروپا اور دروغ محض ہیں جن کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دشمن نبوت اور مخالف اسلام قرار دینے کی سعی لاحاصل اور مذموم کوشش کی گئی ہے۔ ع ''درخانہ کس است ہمیں گفتہ بس است''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# غدراً (دھوکے سے) قتل کا طعن پھر اس کا جواب

اعتراض کرنے والوں نے ایک اور اعتراض جستجو کر کے پیش کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا ذکر ہوا تو ایک یہودی ابن یامین نے کہا کہ کان قتله غدرا (یعنی یہ قتل بدعہدی کی صورت میں ہوا تھا) محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ اسی مجلس میں موجود تھے، انھوں نے کہا

((یا معاویة ایغدر عندك رسول الله ﷺ ثم لا تنكر والله لا یظلنی وایاك سقف بیت ابدا ولا یخلو لی دم هذا الاقتلته))

معترض نے اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معاویہ کی قلبی کیفیات کا یہاں سے پتا چل جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کو کتنی محبت تھی؟ اور کتنا قلبی لگاؤ یا بغض تھا؟

طاعن کا مقصد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ کچھ محبت نہ تھی بلکہ وہ آنجناب ﷺ کے ساتھ بغض رکھتے تھے اس بنا پر انھوں نے یہودی ابن یامین کے قول کا کچھ رد نہیں کیا۔

سوال مذکور کے جواب سے پہلے اصل واقعہ ذکر کرنا مناسب ہے تا کہ واقعہ کے متعلقات عام قاری کو بھی صحیح طور پر معلوم ہو سکیں۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ نبی اقدس ﷺ کے مبارک دور ۳ھ میں یہود کے ساتھ چند امور کے متعلق ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ اس سلسلے میں یہود کی طرف سے بدعہدی کا ارتکاب ہوا اور یہودی گروہ کے سرداروں میں سے ایک مشہور یہودی کعب بن اشرف تھا۔ اس نے معاہدہ کے خلاف مکہ جا کر قریش کے ساتھ اہل اسلام کے خلاف گفتگو کی اور انھیں مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کیا اور پھر مدینہ واپس آیا۔ یہ شخص نبی کریم ﷺ کی ہجو بھی کرتا تھا۔ نبی اقدس ﷺ کو اس کی کارگزاری کی اطلاع ہوئی تو اس پر آنجناب ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو بدعہدی اور ہجو گوئی کی بنا پر ختم کرنا چاہیے اس پر کون تیار ہے تو اس وقت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اس کو ختم کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک دو اور صحابہ بھی شامل ہو گئے اور اس کام کے لیے آنجناب ﷺ سے اجازت طلب کی اور کعب بن اشرف کو اس کے گھر پر جا کر قتل کر دیا۔ (جیسا کہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں مفصل واقعہ ہذا مذکور ہے، ہم نے یہاں اجمالاً ذکر کیا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جواب

اس مقام پر غور وفکر کرنے کی یہ چیز ہے کہ معترض نے یہ روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کی طرف منسوب کر کے اعتراض قائم کیا ہے اور اسی مقام پر یہی روایت ایک دوسرے طریقے سے بالفاظ ذیل مروی ہے لیکن معترض نے اس سے بعد والی روایت کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ وہ ان کے طعن کو بے وزن بنا دیتی ہے:

((حدثنی ابراهيم بن جعفر عن أبيه قال قال مروان بن الحكم وهو على المدينة وعنده ابن يامين النضرى كيف كان قتل ابن الاشرف قال يامين كان غدرا و محمد بن مسلمة جالس شيخ كبير فقال يا مروان ايغدر رسول الله ﷺ عندك والله ما قتلناه الا بأمر رسول الله ﷺ والله لا يؤدينى واياك سقف بيت الا المسجد واما انت يا ابن يامين فلله على ان افلت وقدرت عليك وفى يدى سيف الا ضربت به رأسك))

''یعنی واقعہ ہذا نقل کرنے والے راوی نے مروان بن حکم کی مدینہ طیبہ میں ایک مجلس میں گفتگو کا ذکر کیا ہے کہ مروان بن حکم کی مجلس میں مذکورہ قول ابن یامین نے ذکر کیا، وہاں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شیخ کبیر بھی اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اس واقعہ کو غدر کہنے کے قول پر ناراض ہو کر مروان بن حکم سے کہنے لگے کہ تمھاری مجلس میں نبی اقدس ﷺ کی طرف غدر کی نسبت کی جاتی ہے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! کعب بن اشرف کا قتل ہم نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے تحت کیا تھا (اور ابن یامین یہودی غلط کہتا ہے کہ یہ غدر تھا) اور ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابن یامین سے مخاطب ہو کر فرمایا اللہ کی قسم! جب میں قادر ہوں گا اور میرے ہاتھ میں تلوار ہوگی تو میں تیرا سر قلم کر دوں گا۔''

یعنی بعض رواۃ کی طرف سے واقعہ ہذا کا مروان بن حکم کی مجلس میں وقوع پذیر ہونا مذکور ہے جب کہ بعض دیگر رواۃ نے اس واقعہ کا صدور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیان کیا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ درحقیقت واقعہ ایک ہی معلوم ہوتا ہے اور اس کے لیے قرائن پائے جاتے ہیں مثلاً ابن یامین یہودی ہی دونوں روایات میں غدر (دھوکا) کا قول کرنے والا ہے اور دونوں روایات میں محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ ہی اس کے قول پر ناراض ہو کر ابن یامین کو قتل کرنے کی قسم اٹھاتے ہیں اور واقعہ ہذا کے دیگر الفاظ اور گفتگو قریب قریب ایک ہی جیسی پائی جاتی ہے۔

ان قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ متعدد نہیں بلکہ ایک ہی ہے لیکن بعض رواۃ نے اسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کی طرف منسوب کر دیا ہے اور بعض دوسرے راویوں نے مروان کا ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مزید برآں یہاں ایک اور چیز قابل غور ہے کہ اسی روایت میں ذرا آگے مذکور ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابن یامین یہودی کو جنت البقیع میں دیکھ لیا (تلوار تو ان کے پاس نہیں تھی) لیکن کھجور کی جرائد (چھڑیاں) مل سکیں انھی کے ساتھ آپ نے اس یہودی کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور اس کے چہرے اور سر کو زخمی کر دیا اور فرمایا کہ میرے پاس تلوار نہیں ورنہ میں تجھے قتل کر دیتا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مضمون کو بعبارت ذیل نقل کیا ہے:

((فكان ابن يامين لا ينزل من بنى قريظة حتى يبعث له رسولا ينظر محمد بن مسلمة فان كان فى بعض ضياعه نزل فقضى حاجته ثم صدر والا لم ينزل۔ فبينا محمد فى جنازة وابن يامين فى البقيع..... فقام اليه الناس فقال يا ابا عبدالرحمن ما تصنع نحن نكفيك فقام اليه فلم يزل يضربه جريدة جريدة حتى كسر ذالك الجريد على وجهه و رأسه حتى لم يترك به مصحا ثم قال والله لو قدرت على السيف لضربتك به))[1]

مندرجہ بالا روایت اس بات کا قرینہ ہے کہ ابن یامین مدینہ شریف کے علاقے کا باشندہ تھا اور یہ تمام واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا اور مروان بن حکم والی مدینہ رہا ہے اس واقعے کا تعلق اس کے دور کے ساتھ تھا۔ واقعہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کی طرف منسوب کرنے کے قرائن مضبوط نہیں پائے جاتے۔

بالفرض اگر اس واقعہ کی نسبت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس کی طرف تسلیم کر بھی لی جائے تو بھی یہ احتمال موجود ہے کہ مجلس میں جو گفتگو ہوئی اور ابن یامین نے قتل کعب کو غدر کہا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی تردید کرنے یا کچھ دیگر کلام کرنے ہی نہ پائے تھے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے دینی جذبہ کے باعث برافروختہ ہو گئے اور ابن یامین کے قتل کی قسم اٹھالی۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تردید یا دیگر کچھ کلام کیا ہو اور راوی نے اسے اپنی روایت میں ذکر نہ کیا ہو۔ علاوہ ازیں روایات میں "ثم لا تنكر" کے الفاظ راوی کی اپنی تعبیر ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں تو یہ لفظ پائے جاتے ہیں اور دیگر روایت میں یہ الفاظ ندارد ہیں حالانکہ یہ روایات ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وفرامین جو صحیح طور پر ثابت ہیں ان کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہ دل و جاں تسلیم کرتے ہیں اور ان کی صداقت میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ نہیں کرتے۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دیگر حالات زندگی اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وفرامین کی

---

[1] الصارم المسلول (ابن تیمیہ حرانی) ص ۸۹-۹۰ تحت قطع عہد کعب بن الاشرف۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قدردانی حدیث اور تاریخ میں واضح طور پر ثابت ہے اور اس پر بے شمار واقعات موجود ہیں۔ یہاں آثار نبوت کی قدردانی کا صرف ایک واقعہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ایک شخص کعب بن زہیر جو پہلے اسلام کے خلاف تھے اور اسلام و اہل اسلام کے خلاف شاعری کرتے تھے مسلمان ہوئے اور انھوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر انصار و مہاجرین کی مدح میں چند اشعار کہے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے اپنی چادر مبارک جسے آپ زیب تن فرمائے ہوئے تھے اتار کر کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں یہ چادر مبارک ایک معقول معاوضہ کے عوض حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے حاصل کرنی چاہی مگر حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس پر رضا مند نہ ہوئے۔ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے وارثوں سے بیس ہزار درہم کے عوض وہ چادر نبوی حاصل کر لی اور اپنے پاس تاحیات بطور تبرک محفوظ رکھی۔ چنانچہ سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ

((القی علیه صلی اللہ علیہ وسلم بردة کانت علیه صلی اللہ علیہ وسلم وقد اشتراها معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما من آل کعب بمال کثیر ای بعد ان دفع لکعب فیها عشرة الاف فقال ما کنت لاوثر بثوب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم احدا فلما مات کعب رضی اللہ عنہ اخذها من ورثة بعشرین الفا وتوارثها خلفاء بنی امیة ثم خلفاء بنی العباس))[1]

اس نوع کے بے شمار واقعات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال عقیدت، محبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ تو ان حالات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے قتل کو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرمان کے خلاف غدر کہنے کو کس طرح درست تسلیم کر سکتے ہیں؟ اور ان کی طرف سے اس بات کی تصدیق یا تائید کس طرح پائی جا سکتی ہے؟ یہ چیز تو اس دور کے واقعات اور حالات ہی کے خلاف ہے۔

## ایک قاعدہ

چنانچہ اس فن کے علماء کے نزدیک روایت کی صحت و سقم معلوم کرنے کے لیے جو قواعد ذکر کیے ہیں ان میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ جو روایت مشاہدات و واقعات اور عام عادت کے خلاف پائی جائے اور حالات و واقعات اس کی تائید نہ کرتے ہوں وہ قابل قبول نہیں ہوتی اور اسے درست تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس قاعدہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

((ومنها قرینة فی المروی کمخالفة لمقتضی العقل بحیث لا یقبل التاویل،

---

[1] سیرۃ حلبیہ ص ۲۴۲ ج ۳ تحت باب یذکر فیہ ما یتعلق بالوفود..... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ویلتحق به ما یدفع الحس والمشاهدة او العادة وکمنافاته لدلالة الکتاب القطعیة أو السنة المتواترة أو الاجماع القطعی)) (تنزیہ الشریعہ لابن العراق ص ۶ مقدمۃ الکتاب)

## آخر کلام

مختصر یہ ہے کہ اعتراض کنندگان اس واقعہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عدم محبت بلکہ بغض وعناد ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ''معاویہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کا عنوان دے کر یہ بحث چلائی ہے اور واقعہ جو دلیل میں پیش کیا ہے اس کا حال آپ معلوم کر چکے ہیں۔ اس کے بالمقابل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں محبت نبوی اور اطاعت نبوی کے واقعات موجود ہیں۔ اب اس چیز کا موازنہ کر کے ناظرین کرام خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ معترض دوست اپنے مخصوص مقصد میں کہاں تک کامیاب ہو سکے ہیں؟

## ''معاویہ کا شوق رسالت'' (یعنی ایک دیگر روایت کا جواب)

طعن کرنے والے لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن قائم کرنے کے لیے ایک جدید عنوان ''معاویہ کا شوق رسالت'' قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے درج ذیل تاریخی واقعہ تاریخ طبری سے نقل کیا ہے۔ طبری اصل ماخذ ہے اور باقی مورخین اس سے ناقل ہیں (اصل ماخذ کا جواب ہونے کے بعد ناقلین کے جواب کی حاجت نہیں رہتی)۔

طبری کی سند کا آخری راوی کہتا ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر سے وفد لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب تم معاویہ کے پاس پہنچو تو اسے خلافت کے ساتھ سلام نہ کہنا (السلام علیک یا امیر المومنین یا خلیفۃ المسلمین) کیونکہ ان میں ان کی بڑائی ہے اور تم اس کو مقدور بھر حقیر قرار دینا۔

جب وفد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دربانوں سے کہہ دیا کہ ابن نابغہ (حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) نے میرے معاملے کو قوم کے سامنے حقیر قرار دیا ہے۔ تم خیال رکھنا کہ جب وفد آئے تو تم بھی ان کو خوب سرزنش کرنا اور جھنجھوڑنا حتیٰ کہ ان میں سے جو بھی میرے پاس پہنچے اسے اپنی ہلاکت کا خوف ہو۔

مصریوں کے وفد میں سے پہلا شخص جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ابن خیاط تھا اور اس نے آتے ہی کہا ''السلام علیک یا رسول اللہ'' پھر اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اسی طرح کیا۔ جب یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس سے باہر آئے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انھیں برا بھلا کہتے ہوئے کہا: لعنکم اللہ! میں نے تمھیں خلافت کے ساتھ سلام کرنے سے منع کیا تھا، الٹا تم نے رسالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ سلام کہہ دیا.....

اس روایت کے بعد طعن کرنے والے بزرگ کہتے ہیں کہ معاویہ نے اپنے نبی و رسول ہونے کا اقرار لوگوں سے سنا اور منع نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اس پر راضی تھا اور نبوت کا دعوے دار تھا۔ ختم نبوت پر ایمان تو بعد کی بات ہے.....

## جواب

معترض حضرات نے جو روایت تلاش کر کے اعتراض کے لیے پیش کی ہے اس کے متعلق ذیل میں چند معروضات تحریر کی جاتی ہیں ان پر نظر غائر فرمالیں۔ اس کے بعد اس کا جائزہ لیں کہ طعن کرنے والا اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟

## باعتبار روایت کے کلام

پہلے روایت کے اعتبار سے اس پر کلام کیا جاتا ہے اس کے بعد درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کی صحت کا جائزہ لیا جائے گا:

① یہ روایت طبری کی ہے اور طبری کا مقام روایات کے باب میں جس نوعیت کا ہے وہ اس فن کے کبار علماء سے مخفی نہیں۔ تاریخ ابن جریر طبری مرویات کا ایک کشکول ہے جس میں ہر طرح کا مال دستیاب ہو جاتا ہے۔ صحیح و سقیم، ضعیف و قوی، رطب و یابس، راست و دروغ سب قسم کا مواد اس تاریخ میں فراہم ہے اور طبری مکمل یا نامکمل سند پیش کر کے ناظرین کے سامنے روایات کا ایک انبار لگا دیتا ہے۔ اب اس سے صحیح چیزیں اخذ کرنا اور بیکار اور ردی مواد کو ترک کر دینا قارئین و ناظرین کی صوابدید پر ہے۔ پھر اس فن کے قواعد کی روشنی میں مواد حاصل کرنا ایک متیقظ اور بیدار مغز اہل علم کا کام ہے، عام آدمی کو سوائے حیرت و استعجاب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

② روایت کی سند جو طبری نے پیش کی ہے اس میں کئی رواۃ تو ایسے موجود ہے جن کی صحیح تعیین کرنا ایک مرحلہ ہے۔ پھر راوی کی تعیین کے بغیر اس پر جرح و قدح کرنا علمی دیانت کے برخلاف ہے۔

③ اور پھر اس روایت کا آخری راوی جس نے یہ طعن کا تمام واقعہ فراہم کیا ہے اس کا نام ''فلیح'' ہے اور وہ بھی کہتا ہے کہ ''اخبرت'' یعنی مجھے اس واقعہ کی خبر دی گئی ہے۔

④ فلیح راوی کے حق میں علماء کی جرح و تعدیل دونوں موجود ہیں۔ فلیح کے متعلق علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے یحییٰ ابن معین رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہے کہ تین اشخاص عاصم بن عبداللہ، ابن عقیل اور فلیح کی روایات قابل حجت اور لائق استدلال نہیں لا تحتج بحدیثھم۔[1] اور امام نسائی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فلیح ضعیف ہے

[1] تہذیب التہذیب ص ۳۰۴ ج ۸ تحت فلیح بن سلیمان۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اگر چہ اس کی توثیق بھی پائی جاتی ہے۔

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں فلیح بن سلیمان مذکور کے متعلق لکھا ہے کہ کثیر الخطا ہے اور اس کا انتقال ۱۶۸ھ میں ہوا۔[1]

⑤ دیگر بات یہ ہے کہ فلیح نے یہ تمام واقعہ "اخبرت" کے لفظ سے نقل کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ "مجھے خبر دی گئی" اب خبر دینے والا کون ہے؟ کس ذہنیت کا حامل ہے؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں کس قسم کی رائے رکھتا ہے؟ راست گو شخص ہے یا دروغ گو؟ یہ تمام چیزیں مخفی ہیں اور قابل توجہ ہیں۔

⑥ جس دور کا یہ واقعہ ہے اس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ زندہ و سلامت موجود تھے اور وفد لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف لائے تھے۔ اہل علم کو معلوم ہونا چاہیے کہ مشہور روایات کے اعتبار سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ یوم الفطر ۴۳ھ میں مصر میں انتقال فرما گئے تھے جب کہ واقعہ کے ناقل فلیح کا سن وفات ۱۶۸ھ ہے۔ اس طرح اس روایت کی سند میں شدید انقطاع ہے اور رواۃ کے درمیان ایک طویل مدت کا فصل ہے۔ خدا معلوم اس دوران میں کن کن اشخاص نے اس واقعہ کو نقل کیا؟ اور اس میں کیا کچھ تصرفات ہوئے؟ ان حالات میں اصل واقعے کی صحت و ثبوت میں بے شمار شبہات پیدا ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر روایت قابل قبول نہیں رہتی۔

## مضمون روایت کے اعتبار سے کلام

ایک بات تو یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بعد از صفین واقعہ تحکیم سے لے کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے انتقال ۴۳ھ تک بہترین تعلقات قائم تھے اور امور مملکت کی تدبیر میں یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ہمیشہ معین اور معاون رہتے تھے اور مصر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ۳۸ھ سے لے کر ان کے آخری ایام تک والی اور حاکم قائم رکھا۔

((فلحق بمعاوية فكان معه يدبر أمره فى الحرب إلى ان جرى أمر الحكمين ثم سار فى جيش جهزه معاوية الى مصر فولها لمعاوية من صفر سنة ثمان و ثلاثين الى ان مات سنة ثلاث واربعين على الصحيح))[2]

اور طبری کے انھی اوراق میں یہ چیز بھی درج ہے کہ ایک بار عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ذکر کیا کہ اے امیر المومنین! کیا میں آپ کے حق میں لوگوں میں سے بہترین خیر خواہ نہیں

---

[1] تقریب التہذیب تحت فلیح بن سلیمان

[2] الاصابہ ص ۳ ج ۳ تحت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۳۶ ج ۲ تحت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک آپ ہمارے حق میں خیر خواہ ہیں، اسی بنا پر تو آپ اس رتبہ پر فائز ہیں۔

((قال عمرو بن العاص لمعاوية يا امير المؤمنين! الست انصح الناس لك؟ قال بذالك نلت ما نلت))[1]

مندرجات بالا پر ناظرین کرام نظر فرمائیں اور پھر طعن کی اصل روایت کے متن پر غور فرمائیں کہ کیا ان میں کسی قسم کی مطابقت پائی جاتی ہے؟ واضح ہے کہ ان دونوں چیزوں کے درمیان بون بعید ہے کیونکہ اس روایت میں دونوں حضرات کے درمیان شدید منافرت اور مناقشہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے مثلاً:

① جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وفد لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے ہیں تو وفد والوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ معاویہ کو خلیفۃ المسلمین کے الفاظ کے ساتھ سلام نہ کہنا تا کہ ان کی عظمت اور وقار نہ بنے اور حتی المقدور ان کو حقیر جاننا۔

② حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دربانوں سے کہا کہ ابن نابغہ آ رہے ہیں یہ میری قوم کے سامنے تحقیر کرنا چاہتے ہیں۔ خبردار جب یہ وفد آئے تو ان سے درشتی سے پیش آنا اور خوب جھنجوڑنا اور میرے پاس وہ اپنی ہلاکت کا خوف لیے ہوئے حاضر ہوں۔

③ غور کرنا چاہیے کہ بالفرض جناب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اس قسم کی سکیم بنائی اور وفد کے لوگوں کو سمجھایا لیکن معاً اس تمام کارگزاری کی اطلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کس طرح ہوگئی؟ پھر انھوں نے اپنے خدام کو جلد تر جوابی کارروائی سمجھا دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب رواۃ کی ذہنی ساخت ہے۔

④ وفد میں سے پہلے ابن خیاط حاضر ہوا اور اس نے آتے ہی السلام علیک یارسول اللہ کہہ دیا اور پھر اس کی متابعت میں اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اسی طرح کہہ دیا۔

⑤ پھر جب یہ وفد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت سے واپس ہوا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کو نفرین و ملامت کی اور کہا کہ تم پر لعنت ہو، میں نے تم کو خلافت کے ساتھ سلام کہنے سے منع کیا تھا، الٹا تم نے معاویہ پر نبوت کے ساتھ سلام کہہ دیا۔

## قابل غور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کیا گنجائش کہیں مل سکتی ہے کہ کوئی مسلمان اپنے خلیفۃ المسلمین کو ''یا رسول اللہ'' کہہ کر سلام پیش کرے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدت حیات میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخصیت کو

---

[1] تاریخ ابن جریر طبری ص ۱۸۶ ج ۶ تحت اخبارہ وسیرہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسول و نبی کا درجہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ مسیلمہ کذاب نے صحابہ کے دور میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علمی بحث ومباحثہ سے جواب نہیں پیش کیا تھا بلکہ تلوار سے مسئلہ ختم نبوت کو حل کیا تھا۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے مقابلے کی جنگ یمامہ میں خود شریک واقعہ تھے اور اس کذاب کے قتل کرنے میں شامل تھے۔ یہ مسلمہ واقعات ہیں، ان پر حوالہ جات کی حاجت نہیں۔ اب اپنے دور خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی و رسول قرار دیے جانے پر رضا مند کیسے ہو گئے؟ اور یہ کلمات انھوں نے کیسے تسلیم کر لیے؟ یہ سب دروغ بافی ہے کوئی ہوش مند اس کو قبول نہیں کر سکتا۔

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے مابین جو عمدہ تعلقات اور اعلیٰ روابط مدت دراز سے قائم تھے ان کے مقابلے میں طعن والی روایت ہذا کے مندرجات ایک ایک کر کے برعکس اور برخلاف پائے جاتے ہیں۔

معترض بزرگوں کو اگر طعن کرنا ہی ہے تو پہلے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے درمیان شدید عداوت وعناد صحیح روایات کے ذریعے سے ثابت کریں پھر اس کے بعد یہ روایت (جس درجے کی بھی ہے) مقام طعن میں لائیں۔ ایسی بے سروپا روایات کے پیش نظر جلیل القدر صحابہ پر طعن کرنا اور ان کو مطعون کرنا دشمنان صحابہ کا کام ہی ہوسکتا ہے اور کوئی مسلمان محبّ صحابہ ایسا نہیں کر سکتا۔ طبری کے تاریخی ملغوبات تسلیم کر لینے سے تو قرآن مجید کی نفی لازم آتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ

- قرآن مجید صحابہ کی مدح وثنا کرتا ہے اور یہ لوگ صحابہ کی قدح کرتے ہیں۔
- قرآن مجید صحابہ کی عظمت شان بیان کرتا ہے اور یہ لوگ صحابہ کی تحقیر وحقارت کرتے ہیں۔
- قرآن مجید صحابہ کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔
- قرآن مجید صحابہ کی نجات ومغفرت کے وعدے کرتا ہے اور یہ لوگ صحابہ کی اخروی ہلاکت کے گیت گاتے ہیں۔
- قرآن مجید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں ''خیر امت'' ہونے کا مژدہ سناتا ہے اور یہ لوگ صحابہ کو شر امت ثابت کرنے میں زندگی صرف کرتے ہیں۔

بنا بریں ایسی تمام اخبار و روایات جو اپنے مفہوم و معانی کے اعتبار سے قرآن مجید کی قطعیات کے خلاف پائی جاتی ہیں ان کی حیثیت کچھ بھی نہیں اور ان کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رفیع مقام ومرتبہ کو گرایا نہیں جا سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# برہنہ لونڈی پیش کرنے کا اعتراض

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن قائم کرنے والوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بے حیائی اور بے شرمی کا طعن ایک تاریخی روایت کے حوالہ سے ذکر کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام خدیج خصی نے آپ کی خدمت میں ایک خوبصورت رومی لونڈی خرید کر برہنہ حالت میں پیش کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جسم کو اسی حالت میں دیکھا اور پھر اس لونڈی کو یزید کے پاس لے جانے کو کہا.....

## جواب

اس طعن کے جواب کے لیے چند امور پیش کیے جاتے ہیں ان پر توجہ فرمالیں، امید ہے مزید کسی جواب کی حاجت نہیں رہے گی۔

اعتراض کنندگان نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بے حیائی اور بے شرمی کا اعتراض قائم کرنے کے لیے جو واقعہ تلاش کر کے پیش کیا ہے وہ ایک تاریخ کی کتاب ''تاریخ ابن عساکر'' سے نقل کیا گیا ہے۔ تاریخ ابن عساکر تاریخی کتاب ہے حدیث کی کتاب نہیں۔ اس میں ہر نوع کی روایات فراہم ہیں۔ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو جس سند کے ساتھ پیش کیا ہے اگر وہ سند صحیح ہے اور اس کے رواۃ قابل اعتماد ہیں تو واقعہ کو معتبر سمجھا جائے گا اور اگر سند مجروح ہے اور اس کے رواۃ قابل اعتماد نہیں تو واقعہ غیر معتبر ہوگا اور لائق اعتبار نہیں ہوگا۔

اگر بالفرض روایت کی سند پر بحث کرنے سے صرف نظر کر لی جائے تو بھی مورخین کے اقوال کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ رومی لونڈی خریدی تھی (اور اسلام میں خرید کردہ جاریہ سے انتفاع اور تمتع جائز ہے)۔

نیز اگر یہ واقعہ درست ہے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس زرخرید لونڈی کے جسم پر نظر ڈالنا خلوت کی بات ہے جس کو ناقلین ایسی صورت میں نقل کر رہے ہیں گویا یہ واقعہ مجلس میں دیگر لوگوں کی موجودگی میں پیش آیا ہے حالانکہ یہ بات سو فیصد غلط ہے۔ ایک مقتدر صحابی کی دیانت اور شرافت اس بات کی متقاضی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایسے واقعے کا صدور برسر عام مجلس میں نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امت کو دیانت اور شرافت کی تعلیم دی ہے اور بے حیائی کے امور اور منکرات سے منع فرمایا ہے۔ فلہٰذا ان سے ایسے واقعہ کا صدور جلوت میں کیسے ممکن ہے؟ اور مسلمہ قاعدہ کے مطابق ایسی منکر روایت جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان دیانت وشرافت کے خلاف ہو اسے قبول نہیں کیا جاتا۔ ایسے مواقع کے متعلق علمائے کبار نے قاعدہ ذکر کیا ہے کہ

((فانا مامورن بحسن الظن بالصحابة ونفی کل رذیلة عنهم))[1]

نیز قابل توجہ یہ بات ہے کہ دیگر مورخین نے اسی واقعہ کو بالفاظ ذیل نقل کیا ہے:

((وقال محمد بن الحکم الانصاری عن عوانة قال حدثنی خدیج خصی قال قال لی معاویة ادع لی عبدالله بن مسعدة الفزاری فدعونه وکان ادم شدید الادمة فقال دونك هذه الجاریة لجاریة رومیة بیض بها ولدك))[2]

''یعنی محمد بن حکم انصاری عوانہ سے نقل کرتے ہیں کہ خدیج خصی نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا۔ خدیج کہتا ہے کہ مجھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عبداللہ بن مسعدہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں اسے بلا لایا۔ وہ شخص گہرے سانولے رنگ کا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا یہ لونڈی تمھیں ہبہ کی جاتی ہے۔ یہ رومی لونڈی ہے اس سے تو اپنی اولاد سفید رنگ والی پیدا کر لے۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ لونڈی عبداللہ بن مسعدہ کو ہبہ کر دی تھی۔ روایت کے ابتدائی حصے کا ذکر اہم نہیں تھا وہ انھوں نے نقل نہیں کیا۔ خدا جانے وہ کس طرح واقعہ پیش آیا؟ کیا کچھ بات ہوئی؟

اگر واقعہ صحیح ہے تو اس کی حقیقت حال اس طرح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زرخرید لونڈی پر خلوت میں نظر ڈالی جو شرعاً درست تھی۔ پھر اس لونڈی کو اپنے بیٹے یزید کو دینے کا ارادہ کیا، اور ازراہ احتیاط اس معاملے میں اس وقت کے فقیہ ربیعہ بن عمرو جرشی سے رائے طلب کی۔ انھوں نے یزید کو یہ لونڈی دینے سے منع کر دیا کہ آپ کے بیٹے کے لیے جائز نہیں۔ اس صورت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ شرعی کی پاسداری کرتے ہوئے یہ لونڈی عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو ہبہ کر دی اور فرمایا کہ تو اس سے گورے رنگ کی اولاد پیدا کر لے۔

اس صورت میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اس دور میں لونڈیوں کو خرید کرنا اور ان سے انتفاع کیا جانا پھر ان کو کسی کی طرف ہبہ کر دینا کوئی معیوب نہ تھا اور آئین اسلامی کے اعتبار سے بھی کوئی سقم نہیں تھا۔ ان

---

[1] شرح مسلم شریف (نووی) ص ۹۰ ج ۲ بحوالہ مازری تحت الجہاد والسیر باب حکم الفئی

[2] الاصابہ (ابن حجر) ص ۳۵۹ ج ۲ تحت حرف العین (عبداللہ بن مسعدہ فزاری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسائل کے حدود و قیود تھے ان کے تحت یہ عمل ہوتا تھا۔

اور اس واقعہ کا برہنگی کی حالت میں برسر مجلس پایا جانا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اسلامی اخلاق و عادات اور اطوار کے برعکس یہ چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان دیانت و شرافت کے خلاف ہے، اور ساتھ ساتھ اس دور کے واقعات کے بالکل متضاد ہے۔ واقعہ ہذا کی ان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی۔ ایسی صورت حال کے متعلق امام نووی کی جانب سے ایک ہدایت ہم نے قبل ازیں نقل کر دی ہے وہ ملحوظ رکھنے کے قابل ہے۔

نیز طعن کرنے والوں نے مذکورہ طعن کے تحت مزید یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رقص و سرود کی محفلیں قائم کرتے تھے اور رقاصاؤں کو خوب داد دیتے تھے۔ اور حوالہ کے لیے عمرو بن بحر الجاحظ کی کتاب التاج کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے متعلق ناظرین کرام یاد رکھیں کہ جس مصنف اور اس کی کتاب سے حوالہ پیش کیا گیا ہے اس کی علمی قابلیت اور دیانت کے متعلق علمائے رجال نے درج ذیل چیزیں ذکر کی ہیں:

عمرو بن بحر الجاحظ صاحب تصانیف کثیرہ ہے لیکن اس کی وثاقت پر کچھ اعتماد نہیں اور نہ یہ مامون شخص ہے بلکہ بدعتیوں کے پیشواؤں میں سے ہے۔ اس کا دین عیب دار ہے اور ابو الفرج اصفہانی نے اس کو زندیق قرار دیا ہے..... یہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں پر جھوٹ بولتا تھا۔

لسان المیزان میں ہے کہ

((قال ثعلب ليس بثقة ولا مامون۔ قلت: وكان من ائمة البدع انتهى..... قال الخطابى هو مغموص فى دينه وذكر ابوالفرج الاصبهانى انه كان يرمى بالزندقة قال ثعلب كان كذابا على الله وعلى رسوله وعلى الناس))[1]

مختصر یہ ہے کہ ایسے بے دین، زندیق اور کذاب شخص کی روایات کی بنا پر ایک مقتدر صحابی پر رقص و سرود کی محفلوں کا طعن قائم کرنا ہرگز جائز نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی مدت العمر لوگوں کو دین کی تعلیم دی ہے اور اس قسم کی لغو مجالس اور منکر محافل قائم کرنے سے لوگوں کو منع فرمایا ہے۔ فلہٰذا اس قسم کے مطاعن کی ان حضرات سے نسبت کر کے معترضین نے اپنے بغض و عداوت کو پورا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے ورنہ حقیقت حال اس کے برخلاف ہے۔

---

[1] لسان المیزان (ابن حجر) ص ۳۵۵-۳۵۷ ج ۴ تحت حرف العین (عمرو بن بحر الجاحظ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# علامت نفاق پر موت کا طعن (یعنی دبیلہ سے موت)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مخالفین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک عجیب طعن تلاش کر کے ذکر کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کی موت دبیلہ سے ہوئی (دبیلہ لغت عرب میں پھوڑے کو کہتے ہیں)

معترضین نے حدیث کی کتابوں سے روایت تلاش کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں جو جہنم میں جائیں گے اور ان کی موت دبیلہ سے واقع ہوگی۔ اعتراض کرنے والوں نے یہاں یہ ذکر کیا ہے کہ چونکہ معاویہ کی وفات بھی دبیلہ سے ہوئی تھی لہٰذا یہ اس پیش گوئی کا مصداق ہیں اور منافقین کے زمرے میں آنے کی وجہ سے معاویہ کا مقام خود بخود متعین ہے۔

## جواب

اس مقام پر ایک تو یہ چیز قابل غور ہے کہ اعتراض کرنے والے لوگوں نے جو احادیث کی کتابوں سے طعن کی روایات فراہم کی ہیں وہ اپنی جگہ پر اپنے مفہوم کے اعتبار سے درست ہیں لیکن اس مقام پر معترض لوگوں نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ اس مقولہ کا مصداق ہے کہ کلمة حق ارید به الباطل (یہ مقولہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب خوارج لوگ آپ کے بعض امور پر اعتراض کرتے تھے اور بآواز بلند کہتے تھے کہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا الفاظ فرمایا کرتے تھے) یعنی بات تو ٹھیک ہے لیکن اس سے ارادہ غلط لیا گیا ہے۔ وہی معاملہ یہاں کیا جا رہا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس مقام پر پیش کردہ روایات جو معترضین نے فراہم کی ہیں ان میں منافقوں کے متعلق ایک پیش گوئی ذکر کی گئی ہے کہ وہ بارہ منافق ہیں اور وہ جنت میں نہیں جائیں گے اور ان میں سے بعض کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ ان کی موت دبیلہ سے ہوگی۔ لیکن ان روایات میں کسی قبیلہ یا گروہ یا کسی مخصوص شخص (مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کا نام تک مذکور نہیں تاکہ ان کو وجہ اعتراض بنایا جا سکتا۔

یہ روایات اپنے مفہوم کے اعتبار سے درست ہیں اور منافقین کے متعلق فرمائی گئی ہیں۔ چنانچہ شارحین حدیث نے ان روایات کے تحت جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی طرف رجوع کر کے تسلی کی جا سکتی ہے۔ ان روایات کا مصداق سفر تبوک میں منافقوں کی ایک جماعت ہے ان کے حق میں یہ فرمان صادر ہوا تھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ صاحب مسلم شریف نے ان روایات کو ''صفات المنافقین واحکامہم'' کے عنوان کے تحت ذکر کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ لیکن اعتراض کرنے والوں نے ان روایات کا مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو از خود قرار دیا ہے اور اپنے بغض وعناد اور قلبی عداوت کا اظہار اس طریقہ سے پورا کیا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ شارحین حدیث کے قول کے موافق منافقین کے متعلق یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا تھا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بارہ منافقوں کے متعلق یہ پیش گوئی فرمائی کہ لا یدخلون الجنة وہ لوگ غزوہ تبوک سے واپسی کے سفر میں لیلۃ العقبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے متعلق ایک منصوبہ کے تحت رات کے اندھیرے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر یک دم حملہ کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اپنی آنکھوں کے سوا چہروں پر نقاب لگا رکھا تھا۔ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ معلوم کرو کہ یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حملہ آوروں کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیا اور وہ جلدی سے واپس لوٹ کر لوگوں میں جا ملے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے پہچانا کہ یہ کون کون افراد تھے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ لوگ اپنے چہرے پوشیدہ کیے ہوئے تھے پہچان نہیں سکا، لیکن میں نے ان کی سواریوں کو پہچان لیا ہے۔

اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان افراد اور ان کے آباء کے اسماء سے متعلق خبر دی ہے اور میں تم کو صبح کے وقت ان کے متعلق خبر دوں گا۔ اسی بنا پر منافقوں کے متعلق لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ مسلم کے محشی اس واقعہ کو بعبارت ذیل ذکر کرتے ہیں:

((وذالك لانه كان ليلة العقبة مع النبى صلى الله عليه وسلم قوله عليه السلام فى امتى اثنا عشر منافقا لايدخلون الجنة يعنى وهم الذين قصدوا قتل النبى عليه السلام ليلة العقبة مرجعه من تبوك حين اخذ النبى عليه السلام مع عمار و حذيفة طريق الثنية والقوم بطن الوادى فطمع اثنا عشر رجلا فى المكر به فاتبعوه ساترين وجوههم غير اعينهم فلما سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم خشغة القوم من وراءه امر حذيفة ان يردهم فخوفهم الله حين بصروا حذيفة فرجعوا مسرعين على اعقابهم حتى خالطوا الناس فادرك حذيفة فقال هل عرفت احدا منهم قال لا فانهم كانوا متلثمين ولكن اعرف رواحلهم فقال عليه السلام ان الله أخبرنى بأسماءهم وأسماء اباءهم وسأخبرك بهم ان شاء الله عند الصباح فمن ثمة كان الناس سيراجعون حذيفة فى أمر المنافقين))[1]

---

[1] حاشیہ صحیح مسلم (علامہ محمد ذہنی) ص ۱۲۳ ج ۸ تحت الحدیث طبع مصر
البدایہ والنہایہ ص ۱۹، ۲۰، ۲۱ ج ۵ تحت غزوۃ نبوی احوال منافقین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور یہی مضمون مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۰۶ ج ۱۱ تحت ہذا الحدیث مذکور ہے۔ نیز دیگر شارحین نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

اور اس مقام کی ایک دیگر روایت میں اس طرح ہے کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان منافقین کے بارے میں اطلاع فرمائی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان کی ہلاکت کی خبر دی تھی وہ لوگ بالکل اسی طرح ہلاک ہو گئے۔

((عن حذيفة رضي الله عنه انه صلى الله عليه وسلم عرفه اياهم وانهم هلكوا كما أخبره الرسول صلوات الله وسلامه عليه)) [1]

تنبیہ

واضح ہو کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مدائن میں ۳۵-۳۶ھ میں فوت ہو گئے اور وہیں ان کا مزار ہے۔ بعض اقوال کے مطابق آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے انتقال کے چالیس دن بعد وفات پائی۔ [2]

مذکورہ بالا روایات کے مطابق حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن منافقوں کے متعلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی اور نشاندہی کی تھی وہ تمام اشخاص آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے عین مطابق ہلاک ہو گئے۔ اور اس کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خود بھی ۳۵-۳۶ھ میں انتقال فرما گئے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن کا انتقال حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے بھی پچیس سال بعد ۶۰ھ میں ہوا وہ منافقین سے متعلق پیش گوئی والی اس روایت کا مصداق کس طرح ٹھہرے؟ انصاف کے ساتھ غور فرمائیں۔

مختصر یہ ہے کہ منافقین کے حق میں دبیلہ سے موت والی روایات کا مصداق ومحمل حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں پورا ہو گیا اور انھوں نے اس کی تصدیق کر دی تو اس صورت حال کے باوجود ان روایات کا مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دینا بالکل غلط ہے اور اس میں حبہ بھر صداقت نہیں۔

## بعض قرائن

معترض لوگوں نے یہاں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) منافق تھے اور ان کا خاتمہ نفاق کی علامت پر ہوا۔ اس چیز کے دفاع کے متعلق از روئے روایات ہم نے گزشتہ سطور میں کلام کر دیا ہے جو اصل طعن کے صاف کرنے میں کافی ہے۔ تاہم اس مقام پر مختصراً چند چیزیں دیگر ذکر کی جاتی ہیں جن سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نفاق کے طعن کا ازالہ ہوتا ہے اور منافقت کے شبہ کی نفی ہوتی ہے:

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۰۶ ج ۱۱ تحت ہذا الحدیث

[2] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ ص ۵۹۰ تحت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



① حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کے اعتبار سے نہایت قریب ہیں۔ اس طرح کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہر (بہن) ہیں۔ اس مبارک رشتہ داری کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ''برادر نسبتی'' ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ رشتہ داری اور دیگر نسبی تعلقات جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاندان سے ہیں وہ ہم نے ''مسئلہ اقربا نوازی'' میں ص ۱۲۶ تا ۱۳۰ مستقل عنوان کے تحت ذکر کر دیے ہیں۔

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت سی دعائیں منقول ہیں مثلاً

۱۔ ((اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهد به))

۲۔ ((سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب))

ان دعاؤں کے سلسلے میں وضاحت مطلوب ہو تو ''مسئلہ اقربا نوازی'' ص ۱۳۰ تا ۱۳۴ ملاحظہ فرمائیں وہاں دیگر دعاؤں کے تذکرہ کے علاوہ ان دعائیہ کلمات کے لیے مکمل حوالہ جات درج کر دیے گئے ہیں۔

③ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی وغیر وحی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور کاتب نبوی ہونے کا شرف انھیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدت العمر حاصل رہا۔ اس منصب سے معزول نہیں کیے گئے۔ اس مقام پر غزوہ تبوک کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ایک شاہی قاصد نے قیصر روم کا مراسلہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے خط کو پڑھنے کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ خط آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھ کر سنایا۔

شاہی قاصد کہتا ہے کہ

((فاتيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وهو مع اصحابه وهم محتبون بحمائل سيوفهم حول بئر تبوك فقلت ايكم محمد؟ فاومأ بيده الى نفسه فدفعت اليه الكتاب فدفعه الى رجل الى جنبه۔ فقلت من هذا؟ فقالوا معاوية بن أبى سفيان فقراءه فاذا فيه..... الخ))[1]

④ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کے بارے میں فرمان دیا کہ

---

[1] مسند ابی یعلی الموصلی ص ۱۷۱ ج ۳ تحت عنوان رسول قیصر (مطبوعہ دمشق)
مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۲۳۴-۲۳۶ ج ۸ (رجال ابی یعلی ثقات)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

''یعنی اے پیغمبر! کفار اور منافقوں کے ساتھ جہاد کیجیے اور ان پر درشتی اور سختی کا معاملہ کیجیے۔''

فرمان خداوندی کے موافق پیغمبر خدا کو کفار کے ساتھ جہاد کرنے اور منافقوں کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنے کا حکم ہے۔ اگر بالفرض والتقدیر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صفت نفاق اور منافقت سے متصف تھے تو خدا کے پیغمبر کو ان کے ساتھ ہمیشہ سختی اور درشتی کا معاملہ کرنا چاہیے تھا۔ حالانکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ ہمیشہ جاری وساری رہا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے لے کر انتقال نبوی کی مدت تک باہمی معاملات پر نظر کر لی جائے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاملات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دواماً جاری پائے جاتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے کاتبین میں دواماً شامل رکھنا، تقسیم اراضی کے لیے بھیجنے کا اعزاز بخشنا، جنگی معاملات میں شریک رکھنا اور غنائم سے حصہ عنایت فرماتے رہنا وغیرہ وغیرہ حسن سلوک اور حسن معاملات کی بین علامات ہیں۔

## شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ کے اکابر مصنفین نے اپنے ائمہ کرام سے ایک چیز نقل کی ہے جس سے مسئلہ بالا کی تائید پائی جاتی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مقابلین (اہل جمل و اہل صفین) کے حق میں شرک اور نفاق کی نسبت نہیں کرتے تھے بلکہ شرک اور نفاق کی ان حضرات سے نفی کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے خلاف زیادتی کرنے لگے ہیں۔

((جعفر عن أبيه ان عليا عليه السلام لم يكن ينسب احدا من اهل حربه الى الشرك ولا الى النفاق ولكن يقول هم اخواننا بغوا علينا))[1]

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے اس بیان کے ذریعے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مقابل میں قتال کرنے والوں کو نہ مشرک کہتے تھے اور نہ منافق قرار دیتے تھے بلکہ ان کو اسلامی اور دینی برادر ہی سمجھتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں محاربہ مسلمات میں سے ہے تاہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے شرک و نفاق کی نفی ان حضرات کے فرامین سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اندریں حالات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافق قرار دینا شیعہ کے نزدیک بھی ائمہ کرام کے فرامین کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

⑤ نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات بڑی کوشش سے حاصل کر کے اپنے

---

[1] قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر حمیری شیعی من علماء القرن الثالث) ص ۴۵ طبع قدیم ایران۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پاس عمر بھر محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ جب آپ کے آخری ایام آئے اور وفات قریب آ پہنچی تو آپ نے ان تبرکات (موئے مبارک اور ناخن کے تراشے) کے متعلق وصیت فرمائی کہ ان کو میرے منہ، آنکھوں اور چہرے پر رکھ دیں اور چادر نبوی کے متعلق فرمایا کہ یہ میرے کفن میں شامل کر دی جائے۔ چنانچہ ان وصایا پر عمل کیا گیا اور اس شرف و اعزاز کے ساتھ آپ کا سفر آخرت شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے۔

فلہٰذا نصوص اور واقعات اور ائمہ کرام کے فرامین کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منافقین میں شمار کرنے کا کوئی جواز نہیں پایا جاتا۔ بلکہ آپ کی تمام زندگی ان کے حسن اسلام پر شاہد عادل ہے۔

حاصل یہ ہے کہ

① نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رشتہ داری اور نسبی تعلق آپ میں نفاق کی نفی کے لیے کافی ہے۔ منافقوں اور خبیث خاندان کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ داری کا تعلق ہرگز نہیں تھا۔

③ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کتابت وحی کا منصب اور خطوط پڑھنے اور ان کے جواب ارسال کرنے کا شرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تازیست حاصل رہا جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ پر خصوصی اعتماد کا بین ثبوت ہے۔ نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھنے کے شرف سے مشرف تھے اور حاضر باش خادم تھے۔ کوئی منافق یا عام قسم کا آدمی اس جلیل القدر منصب کا حامل نہیں ہوسکتا۔

بین ثبوت ہے۔ نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھنے کے مشرف تھے اور حاضر باش خادم تھے۔ کوئی منافق یا عام قسم کا آدمی اس جلیل القدر منصب کا حامل نہیں ہوسکتا۔

④ نص قرآنی کے اعتبار سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں پر غلظت اور سختی کا معاملے کرنے کا حکم ہے جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاملہ روا رکھا گیا اور کبھی درشتی اور سختی کا معاملہ نہیں کیا گیا۔

⑤ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سفر آخرت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تبرکات سے انتفاع کے اعزاز سے شروع ہوا جو آپ کے ایمان کی سلامتی اور خاتمہ بالخیر کی قوی دلیل ہے اور نفاق کے شبہ سے کوسوں دور ہے۔ یہ عزو شرف کسی بے دین اور منافق کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا اور علامات نفاق پر مرنے والوں کو یہ چیزیں نصیب نہیں ہوسکتیں۔ اندریں حالات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نفاق اور منافقت کا قول کرنا ان حقائق و مشاہدات کو جھٹلانے کے مترادف ہے جسے کوئی ذی شعور انسان درست تسلیم نہیں کرسکتا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال بعض طبعی عوارض سے ہوا۔ اس مقام میں مورخین کے اقوال مختلف پائے جاتے ہیں۔ ان کے پیش نظر موصوف کے حق میں کھینچ تان کر علامات نفاق کا قول کرتے ہوئے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جلیل القدر صحابی کو مطعون کرنا ہرگز درست نہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں منافقت کی علامات کا اثبات کرنا محض عناد و عداوت کو پورا کرنا ہے۔ اسلامی نصوص اور تاریخی واقعات اس امر کی تائید نہیں کرتے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الأولين والآخرين وعلى آله وأصحابه واهل بيته وعلى اتباعه باحسان الى يوم الدين۔

اللهم تقبل منا هذا التأليف واجعله لنا وسيلة للنجاة فى الآخرة۔

دعا جو

محمد نافع عفا اللہ عنہ

محمدی شریف ضلع جھنگ

صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

اگست ۱۹۹۰ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فہرست مراجع ومصادر (ہر دو جلد)


| | |
|---|---|
| ۱۔ مسند عمر بن عبدالعزیز | المتوفی ۱۰۱ھ |
| ۲۔ المسند لامام ابی حنیفہ (امام اعظم) | ۱۵۰ھ |
| ۳۔ الموطا امام مالک بن انسؒ | ۱۷۹ھ |
| ۴۔ کتاب الزہد والرقائق لعبد اللہ بن مبارک المروزی | ۱۸۱ھ |
| ۵۔ کتاب الآثار لامام ابی یوسف الانصاری | ۱۸۲ھ |
| ۶۔ کتاب الخراج امام ابی یوسف انصاری | ۱۸۲ھ |
| ۷۔ المصنف عبدالرزاق لابی بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیر ی | ۲۱۱ھ |
| ۸۔ سیرۃ لابن ہشام (ابومحمد عبدالملک بن ہشام) | ۲۱۳/۲۱۸ھ |
| ۹۔ المسند للحمیدی (امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر الحمیدی) | ۲۱۹ھ |
| ۱۰۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام الہروی | ۲۲۴ھ |
| ۱۱۔ السنن لسعید بن منصور (مجلس علمی) | ۲۲۷ھ |
| ۱۲۔ الطبقات الکبیر محمد بن سعد (لیڈن) | ۲۳۰/۲۳۵ھ |
| ۱۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ (ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ) | ۲۳۵ھ |
| ۱۴۔ نسب قریش لمصعب الزبیری | ۲۳۶ھ |
| ۱۵۔ مسند اسحاق بن راہویہ (اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی المروزی) | ۲۳۸ھ |
| ۱۶۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط (ابوعمر) | ۲۴۰ھ |
| ۱۷۔ المسند لامام احمد بن حنبل الشیبانی | ۲۴۱ھ |
| ۱۸۔ کتاب السنۃ لامام احمد بن حنبل الشیبانی | ۲۴۱ھ |
| ۱۹۔ فضائل الصحابہ لامام احمد الشیبانی | ۲۴۱ھ |
| ۲۰۔ کتاب المحبر لابی جعفر محمد بن امیہ البغدادی | ۲۳۵ھ |
| ۲۱۔ المنتخب مسند عبد بن حمید | ۲۴۳/۲۴۹ھ |
| ۲۲۔ المسند للدارمی (ابی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل التمیمی الدارمی) | |
| ۲۳۔ الصحیح البخاری لامام محمد بن اسماعیل البخاری | ۲۵۶ھ |


محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| ۲۴۔ ادب المفرد للبخاری | ۲۵۶ھ |
| ۲۵۔ التاریخ الکبیر للبخاری | ۲۵۶ھ |
| ۲۶۔ التاریخ الصغیر للبخاری | ۲۵۶ھ |
| ۲۷۔ جزء الحسن بن عرفہ العبدی | ۲۵۷ھ |
| ۲۸۔ الصحیح المسلم لامام مسلم بن حجاج القشیری | ۲۶۰ھ |
| ۲۹۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ لابی زید عمرو بن شبہ الحمیری البصری | ۲۶۲ھ |
| ۳۰۔ تاریخ الثقات للعجلی (احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی) | ۲۶۱ھ |
| ۳۱۔ الجامع للترمذی (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی) | ۲۷۵/۲۷۹ھ |
| ۳۲۔ کتاب المراسیل لابی داود السجستانی | ۲۷۵ھ |
| ۳۳۔ السنن لابن ماجہ (ابوعبداللہ محمد بن یزید بن الماجہ) | ۲۷۳/۲۷۵ھ |
| ۳۴۔ السنن لابی داود سلیمان بن اشعث السجستانی | ۲۷۵ھ |
| ۳۵۔ غریب الحدیث لابن قتیبہ | ۲۷۶ھ |
| ۳۶۔ الامامہ والسیاسہ لابن قتیبہ | ۲۷۶ھ |
| ۳۷۔ المعارف لابن قتیبہ | ۲۷۶ھ |
| ۳۸۔ فتوح البلدان لاحمد بن یحییٰ البلاذری | ۲۷۷/۲۷۹ھ |
| ۳۹۔ انساب الاشراف للبلاذری | ۲۷۷/۲۷۹ھ |
| ۴۰۔ کتاب المعرفہ والتاریخ للبسوی (ابی یوسف یعقوب بن سفیان البسوی) | ۲۷۷ھ |
| ۴۱۔ کتاب مجاب الدعوۃ لابن ابی الدنیا | ۲۸۱ھ |
| ۴۲۔ کتاب السنۃ لابی عبداللہ محمد بن نصر المروزی | ۲۹۴ھ |
| ۴۳۔ السنن الکبریٰ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی | ۳۰۳ھ |
| ۴۴۔ الخصائص للنسائی ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی | ۳۰۳ھ |
| ۴۵۔ مسند لابی یعلی الموصلی (احمد بن علی الموصلی) | ۳۰۷ھ |
| ۴۶۔ المنتقی لابن جارود (ابی محمد عبداللہ بن علی بن الجارود نیشاپوری) | ۳۰۷ھ |
| ۴۷۔ التاریخ لمحمد ابن جریر الطبری | ۳۱۰ھ |
| ۴۸۔ کتاب الکنی للدولابی | ۳۱۰ھ |
| ۴۹۔ کتاب المصاحف لابی بکر عبداللہ بن داود سلیمان بن اشعث | ۳۱۶ھ |
| ۵۰۔ علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی | ۳۲۷ھ |
| ۵۱۔ کتاب الجرح والتعدیل | ۳۲۷ھ |

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| ۵۲۔ المعجم الاوسط للطبرانی | ۳۶۰ھ |
| ۵۳۔ الفتنۃ الوقعۃ الجمل لسیف بن عمرو الاسدی | ۴۰۰ھ |
| ۵۴۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان | ۳۵۴ھ |
| ۵۵۔ کتاب المجروحین لابن حبان (ابو حاتم محمد بن حبان البستی) | ۳۵۴ھ |
| ۵۶۔ المستدرک للحاکم (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری) | ۴۰۵ھ |
| ۵۷۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی | ۴۳۰ھ |
| ۵۸۔ ذکر اخبار اصبہان لابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی | ۴۳۰ھ |
| ۵۹۔ المحلی لابن حزم (ابومحمد علی بن احمد بن سعید المعروف ابن حزم الاندلسی) | ۴۵۶ھ |
| ۶۰۔ جمہرۃ الانساب لابن حزم الاندلسی | ۴۵۶ھ |
| ۶۱۔ جوامع السیرۃ لابن حزم الاندلسی | ۴۵۶ھ |
| ۶۲۔ کشف المحجوب للشیخ علی بن عثمان الہجویری ثم لاہوری المعروف داتا گنج بخش | ۴۵۶ھ |
| ۶۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی (لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی) | ۴۵۸ھ |
| ۶۴۔ الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی | ۴۵۸ھ |
| ۶۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی | ۴۵۸ھ |
| ۶۶۔ الاستیعاب لابن عبدالبر (معہ الاصابہ) | ۴۶۳ھ |
| ۶۷۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی | ۴۶۳ھ |
| ۶۸۔ کتاب الکفایہ للخطیب بغدادی | ۴۶۳ھ |
| ۶۹۔ کتاب التمہید لابی الشکور السالمی | ۴۶۵ھ |
| ۷۰۔ التبصیر فی الدین لابی المظفر الاسفرائنی | ۴۷۱ھ |
| ۷۱۔ الاصول للسرخسی (شمس الائمہ ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی) | ۴۸۳/۴۹۰ھ |
| ۷۲۔ المبسوط للسرخسی | ۴۸۳/۴۹۰ھ |
| ۷۳۔ شرح السیر الکبیر للسرخسی | ۴۸۳/۴۹۰ھ |
| ۷۴۔ کیمیائے سعادت لامام غزالی (لمحمد بن محمد بن محمد ابو حامد الغزالی الطوسی) | ۵۰۵ھ |
| ۷۵۔ شرح السنۃ لامام بغوی (ابومحمد حسنین بن مسعود الفراء البغوی) | ۵۱۶ھ |
| ۷۶۔ مصابیح السنۃ للبغوی | ۵۱۶ھ |
| ۷۷۔ کتاب الفائق لزمخشری | ۵۳۸ھ |
| ۷۸۔ شرح الجامع الترمذی لقاضی ابی بکر ابن العربی المالکی | ۵۴۳ھ |
| ۷۹۔ العواصم من القواصم لقاضی ابی بکر ابن العربی المالکی | ۵۴۳ھ |

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۸۰۔احکام القرآن لابن العربی لقاضی ابی بکرابن العربی المالکی ۵۴۳ھ
۸۱۔غنیۃ الطالبین للشیخ کامل ابومحمد عبدالقادر بن ابی صالح جنگی دوست الجیلانی ۵۶۱ھ
۸۲۔تاریخ ابن عساکر کامل (ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر) ۵۷۱ھ
۸۳۔کتاب القصاص والمذکرین لابن الجوزی ۵۹۷ھ
۸۴۔العلل المتناہیہ لابن جوزی ۵۹۷ھ
۸۵۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی ابی الفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی من علماء قرن سادس
۸۶۔جامع الاصول لابن اثیرالجزری (محمد بن محمد المعروف بابن اثیرالجزری) ۶۰۶ھ
۸۸۔اسد الغابہ لابن اثیرالجزری ۶۰۶ھ
۸۸۔المغرب (ابوالفتح ناصرالدین المطرزی) ۶۱۰ھ
۹۸۔المغنی لابن قدامہ (ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ) ۶۲۰ھ
۹۰۔معجم البلدان لشہاب الدین ابی عبداللہ المعروف یاقوت الحموی ۶۲۶ھ
۹۱۔الکامل لابن اثیر (ابوالحسن علی بن ابی المکرّم) ۶۳۰ھ
۹۲۔تجرید اسماء الصحابہ للجزری ۶۳۰ھ
۹۳۔الترغیب والترہیب لذکی الدین المنذری ۶۵۶ھ
۹۴۔جامع مسانید امام اعظم لابی المویدمحمد بن محمود بن محمد الخوارزمی ۶۶۵ھ
۹۵۔تفسیر الجامع لاحکام القرآن لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی المالکی الاندلسی ۶۷۱ھ
۹۶۔مثنوی مولانا روم (جلال الدین رومی) ۶۷۲ھ
۹۷۔شرح مسلم شریف للنووی (محی الدین یحیٰ بن شرف النووی) ۶۷۶ھ
۹۸۔تہذیب الاسماء للنووی (محی الدین یحیٰ بن شرف النووی) ۶۷۶ھ
۹۹۔وفیات الاعیان لابن خلکان ۶۸۱ھ
۱۰۰۔فیض القدیر شرح الجامع الصغیر لعبدالرؤف المناوی ۷۱۰ھ
۱۰۱۔منہاج السنۃ لاحمد بن عبدالحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی ابن تیمیہ ۷۴۸/۷۲۸ھ
۱۰۲۔الصارم المسلول لابن تیمیہ لاحمد بن عبدالحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی ابن تیمیہ ۷۴۸/۷۲۸ھ
۱۰۳۔مشکوٰۃ المصابیح لولی الدین خطیب تبریزی تالیف ۷۳۷ھ
۱۰۴۔کتاب التمہید والبیان فی مقتل لشہید عثمان محمد بن یحیٰ بن ابی بکر الاندلسی ۷۴۱ھ
۱۰۵۔الجواہر النقی للترکمانی ۷۴۵ھ
۱۰۶۔سیر اعلام النبلاء للذہبی (شمس الدین ابی عبداللہ الذہبی) ۷۴۸ھ
۱۰۷۔میزان الاعتدال للذہبی ۷۴۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | |
|---|---|
| ۱۰۸۔ المنتقیٰ للذہبی | ۷۴۸ھ |
| ۱۰۹۔ تاریخ الاسلام للذہبی | ۷۴۸ھ |
| ۱۱۰۔ العبر للذہبی | ۷۴۸ھ |
| ۱۱۱۔ دول الاسلام للذہبی | ۷۴۸ھ |
| ۱۱۲۔ المغنی فی الضعفاء للذہبی | ۷۴۸ھ |
| ۱۱۳۔ المنار المنیف لابن قیم | ۷۵۱/۷۵۶ھ |
| ۱۱۴۔ کتاب الروح لابن قیم | ۷۵۱/۷۵۶ھ |
| ۱۱۵۔ زاد المعاد لابن قیم | ۷۵۱/۷۵۶ھ |
| ۱۱۶۔ نصب الرایہ للزیلعی (جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی) | |
| ۱۱۷۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر (عماد الدین الدمشقی) | ۷۷۴/۷۷۵ھ |
| ۱۱۸۔ الکرمانی شرح صحیح البخاری لعلامہ شمس الدین محمد بن علی الکرمانی | ۷۸۶ھ |
| ۱۱۹۔ شرح الطحاویہ فی عقیدۃ السلفیہ لقاضی صدر الدین علی بن علی محمد بن ابی العز الحنفی | ۷۹۲ھ |
| ۱۲۰۔ مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی | ۸۰۷ھ |
| ۱۲۱۔ موارد الظمآن لنور الدین الہیثمی | ۸۰۷ھ |
| ۱۲۲۔ شرح المواقف للسید شریف علی بن محمد الجرجانی | ۸۱۶ھ |
| ۱۲۳۔ القاموس للشیخ محمد بن یعقوب مجد الدین فیروز آبادی | ۸۱۷ھ |
| ۱۲۴۔ الاصابہ لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۲۵۔ تہذیب التہذیب | ۸۵۲ھ |
| ۱۲۶ طبقات المدلسین | ۸۵۲ھ |
| ۱۲۷۔ شرح نخبۃ الفکر لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۲۸۔ لسان المیزان لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۲۹۔ المطالب العالیہ لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۳۰۔ تقریب التہذیب لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۳۱۔ تعجیل المنفعہ لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۳۲۔ فتح الباری فی شرح البخاری لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۳۳۔ الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایۃ لابن حجر العسقلانی | ۸۵۲ھ |
| ۱۳۴۔ عمدۃ القاری فی شرح البخاری لبدر الدین العینی | ۸۵۵ھ |
| ۱۳۵۔ فتح القدیر لابن ہمام شرح ہدایہ مع العنایہ | ۸۶۱ھ |

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | |
|---|---|
| ۱۳۶۔ سیرۃ الحلبیہ لعلی بن برہان الدین الحلبی | ۹۰۰ھ |
| ۱۳۷۔ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث لشمس الدین السخاوی | ۹۰۲ھ |
| ۱۳۸۔ مقاصد الحسنہ لشمس الدین السخاوی | ۹۰۲ھ |
| ۱۳۹۔ المسامرۃ لکمال الدین بن محمد بن محمد بن ابی شرف القدسی الشافعی | ۹۰۹ھ |
| ۱۴۰۔ تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطی | ۹۱۱ھ |
| ۱۴۱۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب لنووی للسیوطی | ۹۱۱ھ |
| ۱۴۲۔ ذیل اللآلی للسیوطی (جلال الدین السیوطی) | ۹۱۱ھ |
| ۱۴۳۔ درمنثور (امام سیوطی) | ۹۱۱ھ |
| ۱۴۴۔ وفاء الوفاء للشیخ نورالدین السمہودی | ۹۱۱ھ |
| ۱۴۵۔ کتاب الیواقیت والجواہر للشیخ عبدالوہاب الشعرانی تالیف | ۹۴۲ھ |
| ۱۴۶۔ تاریخ الخمیس للدیار البکری (الشیخ حسین بن محمد بن الحسن) | ۹۶۰ھ |
| ۱۴۷۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق الکنانی | ۹۶۳ھ |
| ۱۴۸۔ الصواعق المحرقۃ مع تطہیر الجنان لابن حجر المکی | ۹۷۳/۹۷۵ھ |
| ۱۴۹۔ کنز العمال لعلی متقی الہندی | ۹۷۵ھ |
| ۱۵۰۔ تطہیر الجنان لابن حجر المکی | ۹۷۳/۹۷۵ھ |
| ۱۵۱۔ الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر المکی | ۹۷۳/۹۷۵ھ |
| ۱۵۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لملا علی بن سلطان القاری | ۱۰۱۴ھ |
| ۱۵۳۔ الموضوعات الکبیر لعلی القاری | ۱۰۱۴ھ |
| ۱۵۴۔ شرح فقہ اکبر لعلی القاری | ۱۰۱۴ھ |
| ۱۵۵۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی از حضرت شیخ احمد سرہندی | ۱۰۳۴ھ |
| ۱۵۶۔ نسیم الریاض شرح الشفاء لشہاب الدین الخفاجی | ۱۰۵۸ھ |
| ۱۵۷۔ نور الانوار از مولانا احمد جیون | ۱۱۳۰ھ |
| ۱۵۸۔ عقیدۃ السفارینی (محمد بن احمد السفارینی) | ۱۱۷۳ھ |
| ۱۵۹۔ ازالۃ الخفاء للشیخ احمد بن عبدالرحیم المعروف شاہ ولی اللہ | ۱۱۷۶ھ |
| ۱۶۰۔ قرۃ العینین لشاہ ولی اللہ محدث دہلوی | ۱۱۷۶ھ |
| ۱۶۱۔ تحفہ اثنا عشریہ لشاہ عبدالعزیز بن احمد بن عبدالرحیم دہلوی | ۱۲۳۹ھ |
| ۱۶۳۔ رسائل ابن عابدین الشامی (محمد امین ابن عابدین الشامی) | ۱۲۵۲ھ |
| ۱۶۴۔ فتاویٰ الشامی لابن عابدین | ۱۲۵۲ھ |


محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




۱۶۵۔ تفسیر روح المعانی للسید محمود آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ

۱۶۶۔ الفتح الربانی لاحمد عبدالرحمان النباء الساعاتی ۱۳۵۱ھ

۱۶۷۔ فیض الباری حواشی صحیح البخاری از مولانا انور شاہ کشمیریؒ ۱۳۵۲ھ

۱۶۸۔ مجمع البحار للشیخ محمد طاہر الفتنی

۱۶۹۔ الآثار المرفوعہ از مولانا عبدالحئی لکھنوی ۱۳۰۴ھ

۱۷۰۔ الرفع والتکمیل از مولانا عبدالحئی لکھنوی ۱۳۰۴ھ

۱۷۱۔ اعلاء السنن از مولانا ظفر احمد عثمانی

۱۷۲۔ مرأۃ العاشقین ملفوظات حضرت خواجہ اعلیٰ سیالوی ۱۳۰۰ھ

۱۷۳۔ احکام شریعت از مولانا احمد رضا خان بریلوی ۱۳۴۰ھ

۱۷۴۔ فتاویٰ امدادیہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ۱۳۶۲ھ

۱۷۵۔ شرح عقد الایمان فی معاویہ بن ابی سفیان، مخطوطہ فی مکتبہ الاسدیہ، سوریا

۱۷۶۔ اکمال اکمال المعلم شرح مسلم شریف الوشتانی الابی

۱۷۷۔ کتاب الکامل لابن عدی

۱۷۸۔ تاریخ یحییٰ بن معین

۱۷۹۔ کتاب المجتنیٰ لابن درید

۱۸۰۔ تہذیب وتلخیص ابن عساکر لابن بدران عبدالقادر

۱۸۱۔ بذل المجہود شرح ابی داود

۱۸۲۔ تاج العروس شرح القاموس لعلامہ مرتضیٰ زبیدی

۱۸۳۔ مرأۃ الجنان للیافعی

۱۸۴۔ البیان المغرب فی اخبار المغرب لابن العذاری المراکشی

۱۸۵۔ الخطط للمقریزی

۱۸۶۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ للخضری

۱۸۷۔ بلاد العرب لحسن بن عبداللہ الاصفہانی

۱۸۸۔ الفہرست لابن ندیم

۱۸۹۔ الاحکام السلطانیہ لابی الحسن الماوردی

۱۹۰۔ ادب الدنیا والدین لابی الحسن الماوردی

۱۹۱۔ کتاب المواعظ والاعتبار المقریزیہ

۱۹۲۔ الکامل للمبرد


محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۹۳۔ لطائف المعارف لابی المنصور الثعالبی

۱۹۴۔ تذکرۃ الموضوعات للمقدسی

۱۹۵۔ کتاب الدیات لابی بکر احمد الشیبانی

۱۹۶۔ کتاب مناسک الحج واماکن طرق الحج

۱۹۷۔ مکتوبات شاہ عبدالعزیز دہلوی از ایوب قادری

۹۸۔ منتخب مکتوبات قدوسیہ للشیخ عبدالقدوس گنگوہی ۹۴۴ھ

۱۹۹۔ احکام القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع کراچی

۲۰۰۔ مقام صحابہؓ از مولانا مفتی محمد شفیع کراچی

۲۰۱۔ الانتقاد علیٰ تمدن الاسلامی از علامہ شبلی نعمانی

۲۰۲۔ مسند ابن جعد (الحسن علی بن الجعد بن عبید الجوہری) ۲۳۰ھ

۳۰۲۔ کتاب الاباطیل ابی عبداللہ الحسین بن ابراہیم الجوزقانی ۵۴۳ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتب شیعہ

| | |
|---|---|
| ۱۔ کتاب سلیم بن قیس الہلالی الکوفی الشیعی | المتوفی ۹۰ھ |
| ۲۔ تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی) | ۲۵۶/۲۵۸ھ |
| ۳۔ کتاب البلدان لليعقوبی | ۲۵۶/۲۵۸ھ |
| ۴۔ اخبار الطوال لاحمد بن داود ابی حنیفہ الدینوری | ۲۸۲ھ |
| ۵۔ قرب الاسناد لعبداللہ بن جعفر الحمیری من اصحاب حسن العسکری | قرن ثالث |
| ۶۔ فروع کافی لمحمد بن یعقوب الکلینی الرازی | ۳۲۹ھ |
| ۷۔ کتاب الروضہ من الکافی لمحمد بن یعقوب الکلینی الرازی | ۳۲۹ھ |
| ۸۔ مروج الذہب لابی الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی | ۳۴۶ھ |
| ۹۔ مقاتل الطالبین لابی الفرج علی بن الحسین بن محمد الاصبہانی | ۳۵۶ھ |
| ۱۰۔ علل الشرائع للشیخ صدوق ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ ابن بابویہ القمی | ۳۸۱ھ |
| ۱۱۔ کتاب معانی الاخبار لابن بابویہ القمی | ۳۸۱ھ |
| ۱۲۔ کتاب الارشاد للشیخ محمد بن النعمان المفید (الشیخ مفید) | ۴۱۳ھ |
| ۱۳۔ نہج البلاغہ للسید الشریف الرضی ابی الحسن محمد بن ابی احمد الحسین | ۴۱۴ھ |
| ۱۴۔ الامالی للشیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی | ۴۶۰ھ |
| ۱۵۔ الاحتجاج للطبرسی (الشیخ ابی منصور احمد بن علی الطبرسی) | ۵۴۸ھ |
| ۱۶۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید عبدالحمید بن بہاؤ الدین المدائنی | ۶۵۶ھ |
| ۱۷۔ شرح نہج البلاغہ لکمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی | ۶۷۹ھ |
| ۱۸۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ لعلی بن عیسیٰ الاربلی تالیف | ۶۸۷ھ |
| ۱۹۔ الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ از محمد بن علی بن طباطبا المعروف الطقطقی تالیف | ۷۱۰ھ |
| ۲۰۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب للسید جمال الدین ابن عنبہ | ۸۲۸ھ |
| ۲۱۔ بحار الانوار لمحمد باقر بن محمد نقی المجلسی | ۱۱۱۰۔۱۱۱۱ھ |
| ۲۲۔ عین الحیاۃ لمحمد باقر بن محمد نقی المجلسی | ۱۱۱۰۔۱۱۱۱ھ |
| ۲۳۔ جلاء العیون محمد باقر بن محمد نقی المجلسی | ۱۱۱۰-۱۱۱۱ھ |
| ۲۴۔ منتہی الآمال للشیخ عباس القمی | ۱۲۵۹ھ |
| ۲۵۔ تحفۃ الاحباب للشیخ عباس القمی | ۱۲۵۹ھ |
| ۲۶۔ ناسخ التواریخ از لسان الملک میرزا احمد تقی وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار | ۱۲۹۷ھ |
| ۲۷۔ تنقیح المقال لعبداللہ المامقانی | ۱۳۰۰ھ |
| ۲۸۔ منتخب التواریخ از محمد ہاشم الخراسانی | ۱۳۵۲ھ |

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ